

امام دبوئی کی کتاب ”تاسیس النظر“ میں اصول اور ان پر متفرع مسائل کا تعارفی جائزہ
Introductory Review of Principles and Related Issues in Imam
Dabusi's book "Taasis al-Nazar"

☆ سید کریم: پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، قرطیہ یونیورسٹی پشاور
☆☆ صدر نان: لیکچرار، شعبہ اسلامک ہسٹری اینڈ کلچر، نمل یونیورسٹی پشاور کیمپس

Abstract

Imam Dabusi's book, "Ta'sis al-Nazar", is a treatise within Islamic legal studies that focuses on the differing principles of jurisprudence between the founders of the Hanafi School of Islamic law, Imam Abu Hanifa and his two major disciples, Abu Yusuf and Muhammad Al-Shaybani, alongside Imam Malik, founder of the Maliki School, and Ibn Abi Layla. While there is limited information available online about the book itself, here's what I could gather: This book is written by Imam Ubayd Allah ibn Umar ibn Isa al-Dabusi al-Hanafi (also referred to as Imam ad-Dabusi 'Ubaydullah Ibn 'Umar). The book deals with the disagreements on legal principles (Usul al-Fiqh) between the aforementioned scholars. Scholar Mohammad Al-Shebani credits Imam Dabusi as the first to systematically analyse the juristic disagreements between these prominent figures. The book is written in Arabic and appears to be primarily available in its original form. There is a listing for a print-on-demand version AbeBooks: abebooks.com but reviews or accessibility details are scarce.

Key words: Imam Dabusi, Mohammad Al-Shebani, Islamic law, Imam Abu Hanifa, Usul al-Fiqh

علامہ دبوئی دبوئیہ گاؤں میں پیدا ہوئے۔ یہ علاقے بخارا اور سمرقند کے درمیان واقع ہے۔ آپ کو پانچویں صدی عیسوی کے مشہور ائمہ میں سے گردانا جاتا ہے۔ آپ کی سب سے بہترین علمی کاوش ”تاسیس النظر“ ہے جو علم فقہ کے میدان میں آپ کا سب سے اہم حصہ ہے۔ آپ نے 430ھ میں وفات پائی۔ ذیل میں ان کے کتاب کے ایک حصے جس میں انہوں نے ”القول فی ذکر اصل بُنی علیہ مسائل“ کے عنوان کے تحت جو اصول و متفرع مسائل قلمبند کیے ہیں ان کا ترجمہ، تحقیق و تخریج پیش کی جاتی ہے۔ وہ اصل جن پر مسائل کی بناء ہے:

اصل نمبر 1

”الأصل عند أبي حنيفة رضي الله عنه: أن حكم الشيء قد يدور مع خصائصه، فإذا ثبتت خصائصه ثبت حكمه، ومتى لم تثبت خصائصه لم تثبت حكمه“¹

”ابو حنیفہ کے نزدیک ایک اصل کا ذکر کرنے میں یہ قول ہے کہ کسی چیز کا حکم و قاعدہ اس کی خصوصیات کے ساتھ گھومتا جب اس کی صفات ظاہر ہو جائے تو حکم ثابت ہو گا اور جب صفات نہ ہو تو حکم بھی نہیں ہو گا۔“

اور اس جو مسائل متفرع ہے:

¹ غزی، موسوعۃ القواعد الفقہیہ، ج 1، ص 496

تفریح اول

ان المرجل اذا قال احداهما----- فثبت حكم البیان وعند صاحبيه يكون بياناً فيهما²
”اگر کسی نے اپنے دو ہاندیوں کو کہا کہ تم دونوں میں ایک آزاد ہے، پھر ایک ساتھ صحبت کیا تو اس قول کا بیان نہیں ہوگا۔ امام صاحب کے ہاں کیوں کہ اس نے اس ملک یمین کے خصوصیات میں سے تصرف نہیں، کیوں صحبت اس کے ساتھ حلال ہے ملک یمین ہونے کی وجہ سے اس کے برعکس اگر اس نے اپنی دو ہندیوں سے کہا کہ ان میں سے ایک کو طلاق ہے اور پھر ان میں سے ایک سے جماع کیا، یہاں یہ اس کے قول کا بیان ہے کیونکہ آزاد عورت سے جماع کرنا ملک نکاح شادی کی خصوصیات میں سے ہے، اس لیے اس نے اس کا تصرف کر دیا یہ ملک نکاح کی خصوصیات میں سے ہے، چنانچہ بیان کا حکم ثابت ہوا، اور ان دونوں کے لیے اور صاحبین کے نزدیک یہ دونوں صورتیں بیان اور عملی توثیق ہے۔“

تفریح دوم

وعلى هذا قال اصحابنا إن المحرم إذا دل على صيد فأدت دلالتة إلى الأتلاف يجب عليه-----وعند الإمام الشافعي لا جزاء على الدال³

”اس بنا پر ہمارے اصحاب نے کہا کہ اگر احرام والا شکار کی طرف رہنمائی کرے اور اس کی دلالت اس شکار کے اتلاف کا سبب بنا تو اس پر لازم ہے کہ اس کی جزا دے دے کیونکہ اس کا تصرف کرنا ممنوعات احرام کی خصوصیت میں سے ہے، اس لیے اس میں قتل کا حکم ہے اور اس لیے کہ بھائی کا رشتہ اسی طرح کا ہوتا ہے یہ مسلمان کے مارنے کی دلالت کی طرح نہیں ہے کیوں کہ وہ صرف معات احرام میں سے نہیں بلکہ عام حالت میں منع ہے۔ امام شافعیؒ کے اس پر اس جزا لازم نہیں ہے۔“

تفریح سوم

وعلى هذا قال أبو حنيفة إن المصلي إذا قرأ من المصحف لا تجوز صلاته لأن كراهيه النظر في الصفح من خصائص هذه العبادة فلما أتى بما هو من خصائص محظورات-----وعند أبي يوسف و محمد لا تفسد⁴

”إِذَا قَالَ لِأَمْتِيهِ إِحْدَاكُمَا حِرَّةً ثُمَّ وَطِئَ أَحَدَاهُمَا لَا تَتَعَيَّنُ الْآخَرَى لِلْعَتَقِ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُمْ تَتَعَيَّنُ وَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّهُ لَوْ طَلَقَ إِحْدَى نِسَائِهِ مُبْتَهَمًا ثُمَّ وَطِئَ إِحْدَاهُمَا أَنَّ الْآخَرَى تَطْلُقُ لَهُ الْعَمُومَاتُ الْمُقْتَضِيَةَ لِحُجُوزِ التَّصَرُّفِ فِي الْمَمْلُوكِ وَغَيْرِ الْمَوْطُوءَةِ مَمْلُوكَةً فَيَتَصَرَّفُ لَهَا لِعَدَمِ تَعَيُّنِهَا لِلْعَتَقِ لَمْ يَقُولْ تَعَالَى { أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ } وَلَمْ تَمْلِكِ الثَّانِيَةَ لَوْجُودِ الْوُطْءِ فِي الْأَوَّلَى فَيَكُونُ جَامِعًا بَيْنَهُمَا قُلْنَا مَعَ عَدَمِ التَّعَيُّنِ لَا يَكُونُ جَامِعًا لِأَنَّ الْعَتَقَ لَوْ ثَبَتَ لَثَبَتَ مِنْ وَجْهِهِ الْمَوْلَى وَلَمْ يَثْبِتْ مَسْأَلَةٌ إِذَا اشْتَرَى الرَّجُلَانِ عَبْدًا أَوْ وَهَبَ لِمَا أَوْ تَصَدَّقَ بِهِ عَلَيْهِمَا وَهُوَ قَرِيبٌ أَحَدَهُمَا عَتَقَ عَلَيْهِ وَلَا يَضْمَنُ نَصِيبَ شَرِيكِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ عِلْمٌ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ نَصَّ عَلَيْهِ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَعِنْدَهُمَا يَضْمَنُ وَهُوَ قَوْلُ الْبَاقِيْنَ وَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّهُمَا لَوْ وَرثَاهُ وَهُوَ قَرِيبٌ أَحَدَهُمَا عَتَقَ عَلَيْهِ وَلَا يَضْمَنُ لِالْآخِرِ نَصِيبَهُ“ سبط ابن الجوزي، أيار الانصاف في آثار الخلفاء، ج1، ص189 و جوبني، نهاية الطلب في دراية المذهب، ج19، ص269

”إن الحرم إذا دل على صيد فقتل ضمن لأن الدلالة سبب محض في حق جنابة الأخذ ولا ضمان عليه من حيث أخذ الصيد، ولكنه يضمن من حيث إزالة أمنه عن الاصطياد وقد لزمه بالإحرام أن لا يزيل أمنه فتكون الإزالة جنابة عليه كما يكون ترك الحفظ من المودع جنابة على الودعية يضمن به، أو يضمن من حيث جنابة على إحرامه، فإن إزالة الأمن عن الصيد محظور إحرامه كالحلق وليس المخيط والدلالة مباشرة ما يزيل الأمن عنه، لأن أمنه بسبب تواريه عن العيون فأما بعد العلم فلا ينجيه إلا الفرار على خوف، ولهذا قلنا: إن حافر البئر إذا تلف فيها إنسان لم يضمن الكفارة ولا يحرم الإرث، لأنهما يجبان جزأين بإزاء فعل القتل مباشرة والمباشرة من الحافر في حفره وقد انقضى قبل الاتصال بالساقط“ ديوس، ابوزيد عبد الله بن عمر بن عيسى، تقويم الأدلة في أصول الفقه، دار الكتب العلمية، بيروت، 1421هـ/2001ء، ج1، ص375 وغزوي، موسوعة القواعد الفقهية، ج3، ص184

”أن المصلي إذا قرأ من المصحف لا تجوز صلاته عند أبي حنيفة رضي الله عنه، لأن كراهية النظر في المصحف من خصائص هذه العبادة فلما أتى بما هو من محظورات هذه العبادة فسدت صلاته. وعند أبي يوسف و محمد لا تفسد صلاته“ الشاشي، ابوبكر محمد بن احمد بن حسين بن عمر، طليحة العلماء في معرفة مذاهب الفقهاء، مؤسسة الرسالية، بيروت، 1980ء، ج2، ص89

اس مسئلے میں مفتی بہ قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ جس کی وضاحت انور شاہ کشمیریؒ نے فیض الباری میں کی ہے:

”قوله: (من المصحف)، والقراءة من المصحف مُسَبَّدَةٌ عندنا، فتأوله بعضهم أنه كان يَحْفَظُ من المصحف في النهار، ويقرؤه في الليل عن ظَهْرِ قلب. قلت: إن كان ذَكْوَان يقرأ من المصحف، فلما ما رواه العتيبي رحمه الله: أن عمر رضي الله عنه كان ينهيه عنه، ورأيت في الخارج: أنه كان من ذأب أهل الكتاب، فأنهم لا

”اس طرح امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک اصل یہ ہے کہ اگر نمازی مصحف سے پڑھے تو اس کی نماز جائز نہیں کیونکہ مصحف کی طرف دیکھنے سے کراہت اس عبادت کی خصوصیات میں سے ہوتی ہے جب وہ اس عبادت کی مخصوص کراہت کا ارتکاب کرے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے یہاں نماز فاسد نہیں ہوگی۔“

تفریح چہارم

وعلى هذا قال أبو حنيفة إن الرجل إذا توجه إلى الجمعة قبل فراغ الإمام وقد كان صلى الظهر ----- وعند صاحبيه لا يصير رافضاً للظهر⁵

”اس بنا پر ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص امام کے فارغ ہونے سے پہلے جمعہ کے لیے جائے اور اس نے اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھی ہو تو اس کی نماز ظہر کا رد ہو گیا کیونکہ سعی یہ جمعہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ بخلاف وضو کے وہ اس کے خصوصیات میں سے نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک جمعہ کے لئے وضو سے بھی یہ ظہر کا چھوڑنے والا شمار ہوگا۔“

تفریح پنجم

وعلى هذا قال أصحابنا إن الجنب إذا طاف جاز ذلك لأن كراهية الطواف جنبا لا يجوز ----- وعند الإمام الشافعي لا يجوز⁶

”اس بنا پر ہمارے اصحاب نے کہا کہ اگر جنبی طواف کرے تو جائز ہے کیونکہ حالت جنب طواف کراہت طواف کی خصوصیات میں سے نہیں ہے۔ اسی حالت میں مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں اگر غیر جنبی کیوں نہ ہو امام شافعیؒ کے یہاں جائز نہیں۔“

تفریح ششم

وعلى هذا قال علماءنا رحمهم الله تعالى إذا قال الرجل لأمنته أنت على حرام ونوى به العتق لا تعتق ----- وعنده ابى عبدالله الشافعي تعتق الأمة⁷

”اور اسی بنا پر ہمارے علماء نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی باندی سے کہے کہ ”تم مجھ پر حرام ہے“ اور اس کو آزاد کرنے کا ارادہ کرے تو اس سے وہ آزاد نہ ہوگی، کیونکہ ممانعت جائز کے خلاف ہے۔ قسم کی جائیداد کی خصوصیات میں سے نہیں ہے، کیونکہ اس کا مقصد اس کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف ہے اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ ”تم مجھ پر حرام ہے“ اور

يَتِمُّونَ أَنْ يقرأوا كُتُبَهُمْ عَنْ ظَهْرِ قَلْبٍ، عَلَى أَنَّهُ مَخَالَفٌ لِلتَّوَارِثِ قَطْعًا“، انور شاہ کشمیری، فیض الباری علی صحیح بخاری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1426ھ/2005ء،

ج2، ص277

” (و حرم لمن لا عذر له صلاة الظهر قبلها) أما بعدها فلا يكره، غاية. (في يومها بمصر) لكونه سبباً لتفويت الجمعة؛ و هو حرام (فإن فعل ثم) ندم و (سعى) ... (إليها) ... (بأن انفصل عن) باب (داره) و الإمام فيها، و لو لم يدرکہا لبعده المسافة فالأصح أنه لا يبطل؛ السراج (بطل) ظهره لا أصل الصلاة و لا ظهر من اقتدى به و لم يسع (أدرکہا أو لا) بلا فرق بين معذور وغيره. و في الرد: (قوله: أدرکہا أو لا) أي و لو كان عدم إدراكه لها لبعده المسافة لما علمت من أن التقييد بإمكان إدراكها خلاف الصحيح فافهم ثم إذا لم يدرکہا أو بدا له الرجوع فرجع لزمه إعادة الظهر؛ كما في شرح المنية“، ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، ج2، ص156

اس مسئلے میں بھی مفتی بہ قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ حوالہ سابق

” (أَوْ طَافَ لِلتُّدُومِ أَوْ لِلصَّدْرِ جُنْبًا أَوْ لِلْفَرُضِ مُخْتَدًّا، وَلَوْ لَهُ جُنْبًا فَبَدَنَهُمْ) أَي لَوْ طَافَ لِلْفَرُضِ جُنْبًا فَأَلْوَاجِبُ بَدَنَهُ؛ لِأَنَّ الْجَنَابَةَ أَخْلَطَ مِنَ الْحَدَثِ فَيَجِبُ جُنْبٌ نُفْسَانًا بِالْبَدَنَةِ إِظْهَارًا لِلتَّفَاوُتِ بَيْنَهُمَا، وَكَذَا إِذَا طَافَ أَكْثَرَهُ جُنْبًا“، ملا خسرو، درر الکام شرح غرر الاحکام، ج1، ص242

”لو قال لأمنته: أنت علي حرام لا يعتق وإن نوى إلا في قوله أمرك ببدك أو اختاري فإنه يقع بالنية كما في (البدائع)، وفيها قال لها: عتقتك أو في العتق لا يحتاج إلى النية لأنه صريح / لكن لا بد من اختيار العبد العتق في المجلس لأنه تمليك، وفي (الفتح) قال لأمنته: أطلقتك أو قال لبعده ذلك يقع العتق إذا نوى بالاتفاق انتهى. وهذا وإن كان من كنايات الطلاق أيضا إلا أن الممتنع إنما هو استعارة ما كان كناية للطلاق فقط للعتق، (و) كذا لا يعتق بقوله: (أنت مثل الحر)، هذا الإطلاق يشير إلى أنه سواء نوى العتق أو لم ينو، وفي (المبسوط) لا يعتق إلا بالنية كذا في (العناية)“، سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم، النهر الفائق شرح کنز الدقائق، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1422ھ/2002ء، ج3، ص10

طلاق دینے کا ارادہ کیا ہے جس سے یہ واقع ہوتا ہے کیونکہ آزاد نکاح میں طلاق نکاح کی خصوصیات میں سے ایک ہے، اس بات کی دلیل ہے کہ ہر وہ عقد جو مباح نہیں ہوتا، حرام کے عقد کی طرح نہیں ہوتا۔ ملک یمین کی خصوصیات میں سے ایک اس کی بلندی اور غیر موجودگی بالکل ملک یمین متقی نہیں ہوگی۔ اور ابو عبد اللہ الشافعی کے ہاں باندی آزاد ہوگی۔“

تفریح ہفتم

وعلى هذا قال علماؤنا، إن المرأة إذا حازت الرجل في الصلاة المشتركة إن صلاة الرجل تفسد لأن تاخير المرأة-----
وعند الإمام الشافعي لا تفسد صلاته بالمحازاة⁸

”اس بنا پر ہمارے علماء نے فرمایا کہ اگر عورت عام نماز میں مرد کے قریب ہو تو مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، کیونکہ عورت کو پیچھے رکھنا فرض ہے جو نماز کے ساتھ مخصوص ہے، ہمارے ہاں نماز، کیونکہ یہ ممانعت میں سے نہیں ہے۔ نماز کے احکام کی خصوصیات، اس بات کے ثبوت کے ساتھ کہ نماز کے علاوہ کسی بھی چیز میں یہ حرام ہے۔ تو اس نے دیکھ کر فرض نماز کیوں چھوڑی اور جب امام کا اصرار ہے کہ صف بندی سے اس کی نماز نہیں بگڑتی۔“

تفریح ہشتم

وعلى هذا قال أبو حنيفة إذا قال الرجل لا مرأته إذا ولدت ولداً فأنت طالق فشهدت القابلة على الولاد والزوج منكر-----خصائص ثبوت النسب وعند صاحبيه يقع الطلاق⁹

8 ”معنى المحاذاة: أن تقوم المرأة بمحذاء الرجل في مكان متحد من أن يكون بينهما حائل، حتى لو كان الرجل على الدكان، والمرأة على الأرض والدكان مثل قامة الرجل لا تفسد صلاة الرجل لاختلاف المكان، ولو كان في مكان متحد بأن كانا على الأرض أو على الدكان إلا أن بينهما أسطوانة أو ما أشبهها لا تفسد صلاة الرجل أيضاً لمكان الحائل، ونوى بالمرأة أن تكون من تصح منها الصلاة وهي بالغة أو صبية مشهاة، حتى إن المحنونة إذا حازت الرجل لا تفسد صلاة الرجل، وإن كانت بالغة مشتهاة؛ لأنه لا تصح منها الصلاة، والصبية التي تعقل الصلاة إذا كانت لا تشتهى، فحازت الرجل لا تفسد صلاة الرجل. ونوى بالصلاة المطلقة الصلاة المعهودة، حتى إن المحاذاة في صلاة الجنان لا تفسد صلاة الرجل، ونوى المشتركة أن يكونا شريكين بتحرمة وأداء، ويعني بالشركة تحريمه أن يكونا ناويين تحريمهما على تحريمه الإمام ونعني بالشركة أن يكون لهم إماماً فما يؤديان“ ابن مازہ، المحيط البرہانی فی الفقہ العثماني، ج 1، ص 425

فتاویٰ عالمگیری میں عورت کے چند محاذات پر فتویٰ دیا گیا ہے جس کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

”مُحَاذَاةُ الْمَرْأَةِ الرَّجُلَ مُسَيِّدَةٌ لِصَلَاتِهِ وَهِيَ شَرَائِطُ: (مِنْهَا) أَنْ تَكُونَ الْمُحَاذِيَةُ مُشْتَهَاةً تَصْلُحُ لِلْجَمَاعِ وَلَا عِبْرَةٌ لِلسَّرِّ وَهُوَ الْأَصَحُّ. كَذَا فِي التَّبْيِينِ حَتَّى لَوْ كَانَتْ صَبِيَّةً لَا تُشْتَهَى وَهِيَ تَعْقِلُ الصَّلَاةَ فَحَاذَتْ لَا تُفْسِدُ صَلَاتَهُ. كَذَا فِي الْكَايِ. (وَمِنْهَا) أَنْ تَكُونَ الصَّلَاةَ مُطْلَقَةً وَهِيَ الَّتِي لَهَا رُكُوعٌ وَسُجُودٌ وَإِنْ كَانَ يُصَلِّيَانِ بِالْإِمَامِ. (وَمِنْهَا) أَنْ تَكُونَ الصَّلَاةَ مُشْتَرِكَةً تَحْرِمُهُ وَأَدَاءٌ وَنَعْنِي بِالشَّرِكَةِ تَحْرِمُهُ أَنْ يَكُونَا بَاتِنَيْنِ تَحْرِمَتُهُمَا عَلَى تَحْرِيمَةِ الْإِمَامِ حَقِيقَةً وَنَعْنِي بِالشَّرِكَةِ أَدَاءً أَنْ يَكُونَ لِمَا إِمَامٌ فِيمَا يُؤَدِّيَانِ حَقِيقَةً أَوْ تَقْدِيرًا فَالْمُدْرِكُ بَانَ تَحْرِمَتُهُ عَلَى تَحْرِيمَةِ الْإِمَامِ وَبَانَ أَدَاءُهُ عَلَى أَدَائِهِ حَقِيقَةً وَاللَّاحِقُ بَانَ تَحْرِمَتُهُ عَلَى تَحْرِيمَةِ الْإِمَامِ حَقِيقَةً وَبَانَ أَدَاءُهُ فِيمَا يُفْضِيهِ عَلَى أَدَاءِ الْإِمَامِ فَالْمُدْرِكُ بَانَ فِي حَقِّ التَّحْرِيمَةِ مُنْفَرِدًا فِيمَا يُفْضِيهِ فَلَوْ حَاذَتْ الرَّجُلَ الْمَرْأَةُ فِيمَا يُفْضِيَانِ لَا تُفْسِدُ صَلَاتَهُ. كَذَا فِي التَّبْيِينِ. (وَمِنْهَا) أَنْ يَكُونَ فِي مَكَانٍ وَاحِدٍ حَتَّى لَوْ كَانَ الرَّجُلُ عَلَى الدُّكَّانِ وَالْمَرْأَةُ عَلَى الْأَرْضِ وَالدُّكَّانُ مِثْلُ قَامَةِ الرَّجُلِ لَا تُفْسِدُ صَلَاتَهُ. (وَمِنْهَا) أَنْ يَكُونَ بِلَا حَائِلٍ حَتَّى لَوْ كَانَ فِي مَكَانٍ مُتَّحِدٍ بَانَ كَانَا عَلَى الْأَرْضِ أَوْ عَلَى الدُّكَّانِ إِلَّا أَنْ يَبْنِيَهُمَا أُسْطُوَانَةٌ لَا تُفْسِدُ صَلَاتَهُ. هَكَذَا فِي الْكَايِ وَأَذَى الْحَائِلِ قَدْرُ مُؤَخَّرِ الرَّجُلِ وَغَلْظُهُ غَلْظُ الْأَصْبَحِ وَالْمُرْجَةُ تَعْمُومُ مَقَامِ الْحَائِلِ وَأَدَاءُهُ قَدْرُ مَا يَعْمُومُ فِيهِ الرَّجُلُ كَذَا فِي التَّبْيِينِ. (وَمِنْهَا) أَنْ تَكُونَ مَجْنُ تَصِحُّ مِنْهَا الصَّلَاةُ حَتَّى أَنْ الْمُخُونَةُ إِذَا حَاذَتْ لَا تُفْسِدُ صَلَاتَهُ كَذَا فِي الْكَايِ. (وَمِنْهَا) أَنْ يَنْوِي الْإِمَامُ إِمَامَتَهُ أَوْ إِمَامَةَ النِّسَاءِ وَقَتِ الشُّبُوحِ لَا بَعْدَهُ وَلَا يُشْتَرَطُ خُضُوعُ النِّسَاءِ لِصِحَّةِ نِيَّتِهِ. (وَمِنْهَا) أَنْ تَكُونَ الْمُحَاذَاةُ فِي رُكْنٍ كَامِلٍ حَتَّى لَوْ كَبَّرَتْ فِي صَفٍّ وَرَكَعَتْ فِي آخَرَ وَسَجَدَتْ فِي ثَالِثٍ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ مِنْ عَنِّي بِمِيقَاتِهَا وَخَلْفَهَا مِنْ كُلِّ صَفٍّ. (وَمِنْهَا) أَنْ تَكُونَ جَهْتُهُمَا مُتَّحِدَةً حَتَّى لَوْ اخْتَلَفَتْ لَا تُفْسِدُ وَلَا يَصُورُ اخْتِلَافُ الْجِهَةِ إِلَّا فِي حَوْفِ الْكَعْبَةِ أَوْ فِي لَبْلَةِ مُظْلِمَةٍ وَصَلَّى كُلٌّ بِالتَّحْرِيِ إِلَى جِهَةٍ وَالْمُعْتَبَرُ فِي الْمُحَاذَاةِ السَّاقِ وَالْكَعْبِ عَلَى الصَّحِيحِ. هَكَذَا فِي التَّبْيِينِ وَالْمَرْأَةُ تَتَنَاوَلُ الْأَخْيَابَ وَالْمَحْرَمَةَ وَالْحَلِيلَةَ وَالصَّغِيرَةَ وَالْمُشْتَهَاةَ وَالْكَبِيرَةَ الَّتِي يَنْفُرُ عَنْهَا الرَّجَالُ. هَكَذَا فِي الْكَيْفَايَةِ ثُمَّ الْمَرْأَةُ الْوَاحِدَةُ تُفْسِدُ صَلَاةَ ثَلَاثَةٍ وَاحِدٍ عَنْ يَمِينِهَا وَآخَرَ عَنْ يَسَارِهَا وَآخَرَ خَلْفَهَا وَلَا تُفْسِدُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ. هَكَذَا فِي التَّبْيِينِ. وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى. كَذَا فِي التَّشَاخُصِيَّةِ وَالْمَرْأَتَانِ صَلَاةَ أَرْبَعَةٍ وَاحِدٍ عَنْ يَمِينِهِمَا وَآخَرَ عَنْ يَسَارِهِمَا وَأَثْنَانِ خَلْفَهُمَا بِحَدِّهِمَا وَإِنْ كُنَّ ثَلَاثًا أَسَدَتْ صَلَاةَ وَاحِدٍ عَنْ يَمِينِهِنَّ وَآخَرَ عَنْ يَسَارِهِنَّ وَثَلَاثَةَ خَلْفَهُنَّ إِلَى آخِرِ الصُّمُوفِ وَهَذَا خَوَابِ الظَّاهِرِ. هَكَذَا فِي التَّبْيِينِ“ مجموعہ مولفین، فتاویٰ ہندیہ، ج 1، ص 89

”اور ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ اگر اس نے بیٹا پیدا کیا تو تمہیں طلاق ہے، لہذا دائی ولادت کی گواہی دیتی ہے اور شوہر منکر ہے، طلاق اس کے علاوہ واقع نہیں ہوتی اگر اس نے اپنی حفاظت کے لیے کہا، پھر جب دایہ ولادت کی گواہی دیتی ہے تو اس سے نسب ثابت ہوتا ہے کہ یہ اس کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور طلاق نسب قائم کرنے کی خصوصیات میں سے نہیں ہے، کیونکہ اس سے نسب ثابت ہے۔“

تفریح نہم

وعلى هذا قال أبو حنيفة فيمن رهن حلياً بعشرة ووزنه عشرة دراهم وقيمته إثني عشر فانكسر ضمن----- أنه لا ينفرد ضمان الصياغة عن ضمان الأصل¹⁰

”اس بنا پر ابو حنیفہ نے کہا کہ جس نے زیورات دس کے عوض گروی رکھے اس کا وزن دس درہم ہے اور اس کی قیمت بارہ ہے تو رہن رکھنے والے نے بارہ درہم توڑ دیے کیونکہ کلمہ کی ضمانت اصل کی ضمانت کی خصوصیات میں سے ہے۔ ثبوت کے ساتھ کہ الفاظ کی ضمانت اصل کی ضمانت سے منفرد نہیں ہے۔“

تفریح دہم

وعلى هذا قال أصحابنا إن من تزوج امرأة وأخبرته امرأة ثقة أن بينهما رضاعاً لم تحرم عليه وله التمتع
-----وعند الإمام الشافعي لا يسعه أن يقربها¹¹

”اور اس پر ہمارے ائمہ نے فرمایا ہے کہا کہ کسی نے کسی عورت سے شادی کی اور اسے معتمد عورت کہے کہ ان دونوں کے درمیان دودھ پلانا تو یہ بیوی اس پر حرام نہیں ہے اور اس سے تمتع فائدہ اٹھانا جائز ہونے کا حق ہے کیونکہ اس سے فائدہ لینا ہونا یہ اس ملک کی خصوصیت میں سے ہے جیسا کہ گوشت خرید اور معتمد ثقہ نے خبر دیا کہ یہ مجوسی کا بیج ہے کہ اگر کو اس کے کھانا حلال نہیں کیونکہ کھانے کی اجازت دینا ملک کی خصوصیات میں سے نہیں تو کوئی اجرت دے اس کے لیے کھانا جائز ہے، اور اگر اسے اس کو اجازت ہو لو نڈی کے استمتاع کا، اس کے لیے جائز نہیں، وہ اسے تسلیم کر سکتا ہے۔“

تفریح یازدہم

9 ”وإن قال لامرأته إذا ولدت ولدا فأنت طالق فشهدت امرأة على الولادة لم تطلق عند أبي حنيفة رحمه الله وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تطلق " لأن شهادتها حجة في ذلك قال عليه الصلاة والسلام: " شهادة النساء جائزة فيما لا يستطيع الرجال النظر إليه " ولأنها لما قبلت في الولادة تقبل فيما بيني عليها وهو الطلاق. وأبي حنيفة رحمه الله أنها ادعت الحنث فلا يثبت إلا بحجة تامة وهذا لأن شهادتها ضرورية في حق الولادة فلا تظهر في حق الطلاق لأنه ينفك عنها " وإن كان الزوج قد أقر بالحيل طلق من غير شهادة عند أبي حنيفة رحمه الله وعندهما تشترط شهادة القابلة " لأنه لا بد من حجة لدعواها الحنث وشهادتها حجة فيه على ما بينا وله أن الإقرار بالحيل إقرار بما يفضي إليه وهو الولادة ولأنه أقر بكونها مؤمنة فيقبل قولها في رد الأمانة“ مرغينانی، ہدایہ، ج2، ص

282

10 ”وَبِي الْوَجْهِ الثَّانِي وَهُوَ مَا إِذَا كَانَتْ قِيمَتُهُ أَكْثَرَ مِنْ وَزْنِهِ انْتَبِ عَشْرَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ يَضْمَنُ جَمِيعَ قِيمَتِهِ وَتَكُونُ رَهْنًا عِنْدَهُ؛ لِأَنَّ الْعَبْرَةَ لِلْوَزْنِ عِنْدَهُ لَا لِلحُودَةِ وَالرَّذَاءِ وَقَدْ كَانَ بِاعْتِبَارِ الْوَزْنِ كُفْلَهُ مَضْمُونًا يُجْعَلُ كُفْلُهُ مَضْمُونًا، وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُ قَبِضُهُ، وَهَذَا لِأَنَّ الْحُودَةَ تَابِعَةٌ لِلذَّاتِ، وَمَتَى صَارَ الْأَصْلُ مَضْمُونًا اسْتَحَالَ أَنْ

يَكُونَ التَّابِعُ أَمَانَةً“ ابن الممام، فتح القدير، ج10، ص166

11 ”(قَوْلُهُ وَلَا يُقْبَلُ فِي الرِّضَاعِ شَهَادَةُ النِّسَاءِ مُتَّفَرِّدَاتٍ) أَي عَنْ الرِّجَالِ، وَإِنَّمَا يُبْتِ بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ، وَقَالَ مَالِكٌ: يُبْتِ بِشَهَادَةِ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ إِنْ كَانَتْ مَوْصُوفَةً بِالْعَدَلَةِ، وَيُقْبَلُ عَنْ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَالشَّافِعِي بِأَنْزِعِ نِسْوَةٍ. وَالَّذِي فِي كُتُبِهِمْ إِنَّمَا يُبْتِ بِشَهَادَةِ امْرَأَتَيْنِ، وَكَذَا عِنْدَ مَالِكٍ بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ بِنَاءٌ لَا يُطْلَعُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ؛ لِأَنَّهُ لَا يَحِلُّ النَّظَرُ إِلَى تَدْيِ الْأَجْنِبِيَّةِ. وَالْوَجْهُ الْمَذْكُورُ فِي الْكِتَابِ لِلْإِكْتِفَاءِ بِالْوَالِدَةِ وَهُوَ أَنَّ الْحُرْمَةَ مِنْ حَقِّقِ الشَّرْعِ فِيهِ أَمْرٌ دِينِي يُبْتِ بِحَيْثُ الْوَاحِدِ، كَمَنْ اشْتَرَى لَحْمًا فَأَخْبَرَهُ وَاحِدٌ أَنَّهُ ذَبِيحَةٌ مَجُوسِي فَإِنَّهُ تَبْتِ الْحُرْمَةَ عَلَيْهِ بِإِخْبَارِهِ، ثُمَّ يُبْتِ زَوَالَ الْمَلِكِ فِي ضَمِيهِ، كَمَنْ مِنْ شَيْءٍ يُبْتِ ضَمْنًا بِطَرِيقٍ لَا يُبْتِ بِمِثْلَيْهَا فَضَدًّا، وَلِحَدِيثِ عُمَيْدَةَ بِنِ الْحَارِثِ فِي الصَّحِيحَيْنِ «أَنَّ تَزْوُجَ أُمَّ بِنْتِ أَبِي إِبَاهِبِ، فَجَاءَتْ أُمَّ سُودَاءُ فَقَالَتْ: قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا، قَالَ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، قَالَ: فَأَعْرَضَ عَنِّي فَتَنَحَيْتُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، قَالَ: وَكَيْفَ وَقَدْ زَعَمْتَ أَنْ قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا» وَعُمَيْدَةُ هَذَا يُكْنَى أَبَا سِرْوَةَ بِكُسْرٍ السَّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَشُكُونِ الرَّاءِ وَفَتْحِ الْوَاوِ وَالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ، وَهَذَا الْحَدِيثُ اسْتَدَلَّ مِنْ قَالَ تُقْبَلُ الْوَاحِدَةُ الْمُرْضِعَةُ وَاعْتِبَارُ ظَاهِرِهِ مُطْلَقًا

يُوجِبُ جَوَازَ قَبُولِ الْأَمَةِ“ ابن الممام، فتح القدير، ج3، ص461

وعلى هذا قال أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله أن الباغي إذا قتل مورثه أنه قتل مورثه و زعم أنه قتله بالتأويل وهو في الحال على تأويله-----وعند الإمام الشافعي لا يرث¹²

”اس بنا پر ابو حنیفہ اور محمد رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی باغی اپنے مورث کو قتل کر دے اور یہ دعویٰ کرے کہ اس نے تاویل کے ذریعہ اسے قتل کیا ہے جبکہ وہ اپنی تاویل پر موقع پر موجود ہے تو اس کی میراث سے محروم نہیں ہوتا، کیونکہ قتل کے احکام کی خصوصیات میں سے اس قتل سے متعلق کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے ثبوت کے ساتھ اس قتل کے بدلہ، کسی توبہ یا خون کی رقم کی ضرورت نہیں ہے، ابویوسف اور امام ابو عبد اللہ الشافعی کے نزدیک وراثت نہیں ملے گا۔“

تفریح دوازدهم

وعلى هذا قال علماؤنا في الصبي إذا قتل مورثه عمداً إنه لا يحرم الميراث لأنه لم يتعلق بقتله شيء من خصائص أحكام القتل فلا يتعلق به حرمان الإرث وعند الإمام الشافعي لا يرث¹³

”اس بنا پر ہمارے علماء نے بچے کے بارے میں کہا ہے کہ اگر اس نے مورث جان بوجھ کر قتل کر دیا تو وہ میراث سے محروم نہیں ہوتا، کیونکہ قتل کے احکام کی کوئی بھی خصوصیت اس کے قتل سے متعلق نہیں ہے، اس لیے وراثت کی حرمت کا کوئی متعلق نہیں ہوگا۔ امام شافعی کے یہاں اسے میراث نہیں ملے گا۔“

تفریح سیزدهم

وعلى هذا قال علماؤنا إن الصبي إذا قتل قتيلاً عمداً تجب الدية على العاقلة لأنه لم يتعلق بقتله شيء من-----
وعند الإمام الشافعي تجب الدية من ماله ولا تجب على عاقلته¹⁴

”اس بنا پر ہمارے علماء نے فرمایا کہ اگر کسی بچے نے کسی کو جان بوجھ کر قتل کرتا ہے تو اس کے قتل پر خون بہا واجب ہے کیونکہ اس کے قتل سے قصداً قتل کی خصوصیات میں سے کوئی تعلق نہیں ہے لہذا اسے غلطی سے قتل کرنے کے مترادف ہے۔ ایک باپ جیسا نہیں ہے اگر وہ اپنے بیٹے کو مار ڈالے تو عاقلہ پر خون بہا کی رقم جو اس کے ساتھ جوڑ کر اسے قتل کرنے کی کوشش کی، قصداً شخص کی خصوصیات میں سے کچھ اس بات کے ثبوت کے ساتھ منسلک کیا گیا تھا کہ اگر یہ اجنبی کی طرف سے ہو تو اتنا قصاص لینا پڑتا، اور امام شافعی کے مطابق خون کی رقم اس سے مطالبہ کیا جائے گا اور اس کے گھر والوں پر واجب نہیں ہے۔“

تفریح چہاردهم

وعلى هذا قال اصحابنا إن المختلعة يلحقها صريح الطلاق ما دامت في العدة من خصائص أحكام النكاح فجعل بقاؤها بمنزلة بقاء أصله وعند الإمام الشافعي لا يلحقها صريح الطلاق¹⁵

¹² ”وَكَذَا الْعَادِلُ إِذَا قَتَلَ الْبَاطِلَ لَا يُمْنَعُ الْإِرْثَ، وَأَمَّا إِذَا قَتَلَ الْبَاطِلَ الْعَادِلُ إِنْ قَالَ قَتَلْتُهُ وَأَنَا عَلَى الْبَاطِلِ وَأَنَا عَلَى الْبَاطِلِ لَا يَرِثُهُ إِجْمَاعًا وَإِنْ قَالَ قَتَلْتُهُ وَأَنَا عَلَى الْحَقِّ وَأَنَا الْآنَ عَلَى الْحَقِّ فَعِنْدَهُمَا يَرِثُ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ لَا يَرِثُ“ حدادی، الجوهرة النيرة، ج 2، ص 304

¹³ ”وَأَمَّا الصَّبِيُّ وَالْمَخْنُونُ إِذَا قَتَلَ مُورِثَهُ ثُمَّ يُحْرَمُ الْمِيرَاثَ عِنْدَنَا، وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يُحْرَمُ الْمِيرَاثَ لِيُخَوِّدَ الْقَتْلَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَأَكْثَرُ مَا فِي الْبَابِ أَنْ يَكُونَ فِعْلُهُمَا كَفِعْلِ الْخَاطِئِ وَالْخَاطِئُ يُحْرَمُ الْمِيرَاثَ فَكَذَلِكَ الصَّبِيُّ وَالْمَخْنُونُ وَلَكِنَّا نَقُولُ هَذَا حِزْمًا الْقَتْلَ الْمَخْطُورَ وَفِعْلُهُمَا لَا يُوصَفُ بِالْحَطَرِ شَرْعًا؛ لِأَنَّ الْفِعْلَ الْمَخْطُورَ مَا يَحِبُّ الْإِئْتِنَاعَ عَنْهُ بِخَطَابِ الشَّرْعِ وَذَلِكَ لَا يَبْتُئِثُ فِي حَقِّهِمَا، ثُمَّ حِزْمَانُ الْمِيرَاثِ بِإِغْتِبَارِ تَوَهُمِ الْقَصْدِ إِلَى الْإِسْتِحْجَالِ وَلَا يُعْتَبَرُ بِقَصْدِ الصَّبِيِّ وَالْمَخْنُونِ شَرْعًا إِذْ حِزْمَانُ الْمِيرَاثِ إِذَا يَكُونُ بِإِغْتِبَارِ تَفْصِيرِ مَنْهُ فِي التَّحَرُّزِ وَذَلِكَ يَتَحَقَّقُ مِنَ الْخَاطِئِ؛ لِأَنَّهُ مِنْ أَهْلِ أَنْ يُنْسَبَ إِلَى التَّقْصِيرِ وَلَا يَتَحَقَّقُ مِنَ الصَّبِيِّ وَالْمَخْنُونِ فَإِنَّهُمَا لَا يُنْسَبَانِ إِلَى التَّقْصِيرِ شَرْعًا“ سرخسی، المبسوط، ج 30، ص 48

¹⁴ ”إِنَّ الصَّبِيَّ إِذَا قَتَلَ مَتَعَمَدًا فَالذِّيَّةُ عَلَى عَاقِلَتِهِ، لِأَنَّ عَمَدَ الصَّبِيِّ خَطَأٌ. لَكِنِ الْحَجُورُ عَلَيْهِ لَلسَّغْفَةِ إِذَا قَتَلَ مَتَعَمَدًا بِقَتَصِّ مَنْهُ؛ لِأَنَّهُ بَالِغٌ عَاقِلٌ“ غزالی، موسومة

التواضع الفقيه، ج 10، ص 530

¹⁵ ”وقيام ملك النكاح ليس بشرط لوقوع الطلاق وصحته حتى إن المختلعة يلحقها صريح الطلاق ما دامت في العدة، فإن لم يكن ملك النكاح قائماً وحكم الطلاق زوال ملك النكاح، وزوال حل العقد متى تم ثلاثاً، والطلاق يصح مفيداً (أحد حكمته) ، فإنه إذا طلق امرأته واحدة وتركها حتى انقضت عدتها فهذا

”اس بنا پر ہمارے اصحاب نے کہا کہ خلع لینے والی عورت جب تک عدت میں ہو صرتح طلاق کے احکام لاگو ہوں گے کیونکہ عدت نکاح کے احکام میں سے ایک خصوصیت ہے، تو اس کی بقاء اس اصل کے بقاء کے قائم مقام ہے اور امام شافعیؒ کے یہاں وہ صرتح طلاق کے قائم مقام نہیں ہے۔“

تفریح پانزدہم

وعلى هذا قال علماؤنا في الحرة إذا قتلت نفسها لا يسقط مهرها لأنه لم يتعلق بهذا القتل شيء من خصائص أحكام القتل بدليل أنه لا ----- من أحكام القتل عندنا وهو الكفارة¹⁶

”اس بنا پر ہمارے علماء نے آزاد عورت کے بارے میں کہا ہے کہ اگر وہ اپنے آپ کو قتل کر لے تو اس کا مہر ساقط نہیں ہے، کیونکہ قتل کے احکام کی خصوصیات میں سے اس قتل سے متعلق کوئی چیز نہیں ہے، جس کے ثبوت کے ساتھ کوئی قصاص، خون بھان نہیں ہے۔ یا اور نہ کوئی کفارہ جیسے کہ اپنا موت مرنا، اور گناہ کا واجب ہونا قتل کے احکام کی خصوصیات میں سے نہیں ہے۔ اگر کہا جائے کہ کوئی باندی اپنے آپ کو قتل کرے تو اس کا مہر ساقط ہو جائے گا کیونکہ یہ احکام قتل میں کوئی چیز اس کے متعلق نہیں ہے۔“

تفریح شانزدہم

وعلى هذا قال أبو حنيفة في رجل غصب دراهم غيره فضربها إناء أنه لا ينقطع حق المغصوب منه لأن هذه الصفة فصارَت كأنها باقية على حالها¹⁷

”اس بنا پر ابو حنیفہؒ رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں کہا جس نے دوسروں کے درہم غصب کیے اور اسے اور اس سے برتن بنائے تو اب اس سے غصب شدہ کا حق منقطع نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں اس کا حکم چاندی کے احکام سے تبدیل نہیں ہوتا تو یہ ایسا ہی ہو گیا جیسے یہ اپنی حالت میں باقی ہے۔“

تفریح ہفدہم

وعلى هذا قال أبو حنيفة لو اولج صبي دون البلوغ في رمضان لا كفارة عليه لأن هذا الفعل لم يتعلق به حكم من أحكام الوطء لأنه لا يجب به مهر ولأحد وكذلك إذا وطئ امرأة في دبرها في النكاح الفاسد¹⁸

”اس بنا پر امام ابو حنیفہؒ نے کہا: اگر لڑکا رمضان میں بلوغت کے بغیر جماع کرے تو اس کا کفارہ نہیں ہے، کیونکہ یہ فعل جماع کے احکام میں سے کسی ایک حکم سے متعلق نہیں تھا، کیونکہ یہ مہر یا حد کو واجب نہیں کرتا۔ اسی طرح اگر اس نے فاسد نکاح میں کسی عورت سے اس کے مقعد میں جماع کیا۔“

تفریح جوبہم

وكذلك قال أبو حنيفة إذا زالت البكارة¹⁹ بالزنا تزوج كما تزوج الأبقار ----- وعند صاحبيه تزوج كما تزوج الشيب و به أخذ الشافعي²⁰

الطلاق صحيح، وإن كان لا يفيد إلا زوال ملك النكاح، وكذا إذا طلق المختلعة أو المبانة تطليقتين في حالة العدة يصح وهذا الطلاق لا يفيد إلا زوال حل

العقد لأن ملك النكاح زال بالخلع والطلاق البائن، ابن مازہ، المحيط البرہانی فی الفقہ العثماني، ج3، ص206

16 ”فَأَمَّا الْأُمَةُ إِذَا قَتَلَتْ نَفْسَهَا فَعَنْهُ رَوَاتَانِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى -، فِي إِحْدَى الرَّوَايَتَيْنِ لَا يَسْقُطُ مَهْرُهَا كَالْحُرَّةِ إِذَا قَتَلَتْ نَفْسَهَا بِنِ الْوَلِيِّ؛ لِأَنَّ الْمَهْرَ هُنَا لِمَوْلَاهَا، وَفِي الْأُخْرَى يَسْقُطُ مَهْرُهَا كَمَا لَوْ ائْتَدَتْ، وَهَذَا لِأَنَّ فِعْلَ الْمَمْلُوكِ مُضَافٌ إِلَى الْمَالِكِ فِي مُوجِبِهِ، أَلَّا تَرَى أَنَّهَا لَوْ قَتَلَتْ غَيْرَهَا كَانَ

17 الْمَوْلَى هُوَ الْمُخَاطَبُ بِدَفْعِهَا أَوْ فِدَائِهَا، فَإِذَا قَتَلَتْ نَفْسَهَا جَعَلَ فِي الْحُكْمِ كَأَنَّ الْمَوْلَى قَتَلَهَا فَلِهَذَا يَسْقُطُ مَهْرُهَا“، سرخسی، المبسوط، ج5، ص116

”وَلَوْ غَصَبَ ذَرَاهِمَ أَوْ دَنَانِيرَ، فَجَعَلَهَا عُزُورَةً فِي فِلَادِيَّةٍ، فَهَذَا اسْتِهْلَاكٌ، وَعَلَى الْعَاصِبِ مِثْلُهَا؛ لِأَنَّهُ صَيَّرَهَا وَصْنًا مِنْ أَوْصَابِ مَلِكِهِ حَتَّى يُدْخَلَ بَيْعَ مَلِكِهِ مِنْ غَيْرِ دِكْرٍ، وَقَدْ غَصَبَهَا - مَقْضُودًا - بِنَفْسِهِ، فَإِذَا صَارَ ذَلِكَ مُسْتِهْلَكًا بِفِعْلِهِ وَجَبَ عَلَيْهِ ضَمَانُ الْمِثْلِ، فَهُوَ نَظِيرُ السَّاحَةِ إِذَا أُدْخِلَهَا الْعَاصِبُ فِي

بِنَائِهِ“، سرخسی، المبسوط، ج14، ص52

18 ”نَكَحَ صَبِيًّا بَالِغَةً حُرَّةً بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهِ وَوَطَّئَهَا طَائِعَةً؛ فَلَا حَدَّ وَلَا مَهْرَ قَوْلُهُ: لَا يَثْبُتُ بِهِ التَّخْلِيلُ إِخْتِ. أَيُّ لِلزَّوْجِ الْأَوَّلِ بِنِ لَا بُدَّ مِنَ الْوَطْءِ بِنِكَاحِ

صَحِيح“، حموی، ابوالعباس احمد بن محمد کملی، غزیر عیون البصائر فی شرح الأشباه والنظائر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1405ھ/1985ء، ج3، ص432

”اور اسی طرح ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ اگر زنا سے کنوارہ پن ختم ہو جاتا ہے تو اس طرح نکاح ایسا ہوگا جیسا باکرہ کا ہوتا ہے کیونکہ اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ مباشرت کے احکام میں سے ہے، لہذا اس کا حکم چھلانگ سے بکارت ختم ہونے والے کی حکم ہے۔ تو جب ملک کے احکام اس کے متعلق نہ ہو تو کنواری کے نقصان کے احکام میں سے ایک اس کے متعلق نہیں ہوگی اور شافعی کے نزدیک یہ حرام نہیں ہوتا۔“

تفریح اول 8

وعلى هذا قال أصحابنا إذا قلد البدنة وساقها و توجه معها يصير محرماً لأن التقليد من خصائص احكام الهدى فكان ذلك دليلاً على التلبية وليس كالتجليل لانه ليس من خصائص احكام الهدى، وعند شافعي لا يصير محرماً وهذا على قول من يقول ان التلبية ركن ويجعلها بمنزلة التكبير لأن التكبير للإفتتاح من الصلاة عند الشافعي²¹

” اس بنا پر ہمارے اصحاب نے کہا کہ اگر وہ اونٹ اور اس کی ٹانگ کی مشابہت کرے اور اس کے ساتھ چلتا ہے تو اس کا احرام بن جاتا ہے، کیونکہ تقلید احکام ہدایت کی خصوصیت میں سے ہے، لہذا یہ تلبیہ کی دلیل ہے، نہ کہ اس کی طرح۔ نتیجہً کیونکہ یہ احکام ہدایت کی خصوصیات میں سے نہیں ہے اور شافعی کے نزدیک اس سے احرام نہیں بنتا یہ ان لوگوں کے اقوال کے مطابق ہے جو کہتے ہیں کہ تلبیہ احرام کے لئے رکن اور فرض کے درجہ میں ہے اور اسے تکبیر کے مشابہ قرار دیتا ہے، کیونکہ شافعی کے نزدیک تکبیر افتتاح نماز کا حصہ ہے۔“

اصل نمبر 2

”الأصل أن كل صلاتين لا يجوز بناء إحداهما على الأخرى في حق المنفرد لا يجوز بناء إحداهما على الأخرى في حق إمامه. كالجمعة لما لم يجز بناؤها على الظهر في حق المنفرد لم يجز بناؤها على الأخرى في حق إمامه وكل صلاتين يجوز بناء إحداهما على الأخرى في حق المنفرد يجوز بناء إحداهما على الأخرى في حق الإمامة كصلاة الحضر مع صلاة السفر لما جاز بناء صلاة الحضر على صلاة السفر في الوقت على حالة الانفراد جاز بناؤها على صلاة السفر في الوقت في حالة الاقتداء“²²

”یہ ہے کہ وہ دو نمازیں جس میں میں منفرد اکیلے کے لئے نماز ایک کی بنا دوسرے پر جائز نہیں تو امام کے معاملے میں ان میں سے ایک کو دوسری پر بناء کرنا جائز نہیں ہوگا۔ جیسے کہ جمعہ کی نماز جب ایک منفرد کے حق ظہر پر اس کی بناء و اتمام جائز نہیں، اسی طرح کے امام کی صورت میں دوسرے پر بناء جائز نہیں۔ اسی ہر وہ دو نمازیں جس میں میں منفرد نمازی

19 ”بکارت عورت کے اس پردہ عصمت کو کہتے ہیں جو کنواری لڑکی کی شرمگاہ میں ہوتا ہے اور عموماً جنسی ارتباط اور عمل کے بعد وہ چاک ہو جاتا ہے اس طرح لغت میں جن عورتوں کا یہ

پردہ موجود ہو وہی باکرہ کہلاتی ہے۔“ - مرغینانی، ہدایہ، ج 1، ص 192

اس مسئلے میں مفتی یہ قول امام ابو حنیفہ کا ہے۔

20 ”ولو زالت بکارتها بزنا فهي كذلك عند أبي حنيفة " رحمه الله وقال أبو يوسف ومحمد والشافعي رحمهم الله لا يكتفي بسكوتهما لأنها ثبت حقيقتها لأن مصيبتها عائد إليها ومنه المثوبة والمثابة والتثويب ولأبي حنيفة رحمه الله أن الناس عرفوها بکرا فيعيونها بالنطق فتمتنع عنه فيكتفي بسكوتهما كيلا تتعطل عليها مصالحها بخلاف ما إذا وظفت بشبهة أو بنكاح فاسد لأن الشرع أظهره حيث علق به أحكاماً أما الزنا فقد نذب إلى ستره حتى لو اشتهر حالها لا يكتفي بسكوتهما“ - مرغینانی، ہدایہ، ج 1، ص 192

اس مسئلے میں مفتی یہ قول امام ابو حنیفہ کا ہے۔

21 ”قلت: فيه ما فيه، بل المعنى أنه إن قلد البدنة وساقها بنية الإحرام يصير محرماً، سواء لبي بعد ذلك أو لم يلب، ولكن الأولى أن يعقد الإحرام بالتلبية ثم قلد

البدنة وساقها م: (ويسوق الهدى وهو) ش: أي السوق دل عليه قوله: ويسوق“ بدرالدين عيني، البناية شرح الهداية، ج 4، ص 306

غزوي، موسوعة القواعد الفقهية، ج 2، ص 65

کے لئے نماز ایک کی بنا دوسرے پر جائز ہو تو امام کے معاملے میں بھی ان میں سے ایک کو دوسری پر بنا کر ناجائز ہوگا۔ جیسے حضر مقام کی نماز سفر کی نماز کے ساتھ، جب سفری نماز پر وقت پر اقامت والی نماز پڑھنا جائز ہے، تو اس وقت سفرانہ نماز پر بنا کر ناجائز ہے۔ تو اقتداء کی صورت میں بھی اقامت کی نماز کی بناء سفرانہ نماز پر جائز ہے۔“
مندرجہ ذیل مسائل اس اصول پر متفرع ہے۔

تفریح اول

إن اقتداء المفترض بالمتنفل لا يجوز عندنا لأن بناء الفرض على تحريمه النفل لم يجوز في حالة الإفراد فكذلك لم يجوز بناء الفرض على تحريمه النفل في حالة الإقتداء وعند الإمام الشافعي يجوز إقتداء المنفرد بالمتنفل²³
”ہمارے ہاں نفل والے کی اقتداء میں فرض والے کی نماز جائز نہیں ہے کیونکہ منفرد کی حالت میں اس طرح جائز نہیں ہے تو جماعت میں ناجائز ہوگا۔ امام شافعی کے یہاں تنفل کے پیچھے فرض والے کی اقتداء جائز ہے۔“

تفریح دوم

عند أبي حنيفة وأبي يوسف إقتداء القائم الراكع الساجد بالقاعد جائز لأنه لا يجوز بناء صلاة القائم على القاعد في حق نفسه فيجوز في حق إمامه وعند محمد لا يجوز²⁴
”امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک بیٹھے ہوئے کھڑے ہونے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ قائم بیٹھے والے کی نماز کو اپنا امام بنانا جائز ہے، لہذا یہ اس کے امام کی صورت میں جائز ہے اور محمد کے نزدیک جائز نہیں ہے۔“

تفریح سوم

وعلى هذا أن اقتداء القائم بالمومي لا يجوز عندنا لأنه لا يجوز ----- وعند زفر والشافعي يجوز بناء أحديهما على الأخرى في حالة الإقتداء²⁵

²³ ”(قَوْلُهُ فِي الْمَنِّ وَمُفْتَرَضٍ بِمُتَنَفِّلٍ إِلَى آخِرِهِ) قَالَ الْكَمَالُ - رَحِمَهُ اللَّهُ -، ثُمَّ قِيلَ إِنَّمَا لَا يَجُوزُ اقْتِدَاءُ الْمُفْتَرَضِ بِالْمُتَنَفِّلِ فِي جَمِيعِ الصَّلَاةِ لَا فِي الْبَعْضِ فَإِنَّ مُحَمَّدًا ذَكَرَ إِذَا رَفَعَ الْإِمَامُ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ فَاقْتَدَى بِهِ إِنْسَانٌ فَسَبَقَ الْإِمَامُ الْحَدِيثَ قَبْلَ السُّجُودِ فَاسْتَخْلَفَهُ صَحَّ وَيَأْتِي بِالسُّجُودَيْنِ وَيَكُونَانِ نَفْلًا لِلْخَلِيفَةِ حَتَّى يَبْعِدَهُمَا بَعْدَ ذَلِكَ وَفَرْضًا فِي حَقِّ مَنْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ، وَكَذَا الْمُتَنَفِّلُ إِذَا اقْتَدَى بِالْمُفْتَرَضِ فِي الشُّعْبِ الثَّانِي يَجُوزُ وَهُوَ اقْتِدَاءُ الْمُفْتَرَضِ بِالْمُتَنَفِّلِ فِي حَقِّ الْقِرَاءَةِ وَالْعَائِقَةُ عَلَى الْمَنْعِ مُطْلَقًا وَمَنْعُوا نَفْلِيَّةَ السُّجُودَيْنِ بَلْ هُمَا فَرْضٌ عَلَى الْخَلِيفَةِ وَلِذَا لَوْ تَرَكَهُمَا فَسَدَتْ؛ لِأَنَّهُ قَامَ مَقَامَ الْأَوَّلِ فَلَزِمَهُ مَا لَزِمَهُ وَقَالُوا صَلَاةَ الْمُتَنَفِّلِ الْمُفْتَرَضِ أَخَذَتْ حُكْمَ الْفَرْضِ بِسَبَبِ الْاقْتِدَاءِ وَهَذَا لَزِمَهُ قَضَاءُ مَا لَمْ يَدْرِكْهُ مَعَ الْإِمَامِ مِنَ الشُّعْبِ الْأَوَّلِ فَكَذَا لَوْ أَقْسَدَ عَلَى نَفْسِهِ لَزِمَهُ قَضَاءُ الْأَنْبَعِ اه
فَلْيُقَاتَلْ“ زبیلی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ج 1، ص 141-142

²⁴ ”(قَوْلُ الْمُصَنِّفِ أَوْمًا قَاعِدًا) قَالَ فِي النَّهْرِ هَذَا أَوْلَى مِنْ قَوْلِ بَعْضِهِمْ صَلَّى قَاعِدًا إِذْ يُفْتَرَضُ عَلَيْهِ أَنْ يَقُومَ لِلْقِرَاءَةِ فَإِذَا حَاءَ أَوَانُ الرَّكْعَةِ وَالسُّجُودِ أَوْمًا قَاعِدًا. اه. قُلْتُ: وَمُقْتَضَاهُ افْتِرَاضُ التَّخْرِيمَةِ قَائِمًا أَيْضًا وَمَا أَرَّ مَا ذَكَرَهُ فِي شَيْءٍ مِنَ الْكُتُبِ الَّتِي عِنْدِي مِنْ فِتَاوَى وَشُرُوحٍ وَغَيْرِهَا بَلْ كُلُّهُمْ مُتَّفِقُونَ عَلَى سُجُودِ رُكْبَتَيْ الْقِيَامِ وَإِنْ شَرَعِيَّتُهُ لِلتَّوَصُّلِ إِلَى السُّجُودِ عَلَى أَنَّ الْفُعُودَ قِيَامٌ مِنْ وَجْهِهِ وَلِذَا حَوَّزُوا اقْتِدَاءَ الرَّاكَعِ السَّاجِدِ بِالْقَاعِدِ وَمَنْ عَبَّرَ بِقَوْلِهِ صَلَّى قَاعِدًا يَوْمًا يَوْمًا الْفُدُورِيِّ فِي الْمُخْتَصَرِ وَصَاحِبِ الْهُدَايَةِ فِي كِتَابِهِ الْهُدَايَةِ وَكِتَابِهِ مَخْتَارَاتِ النَّوَاوِلِ وَهِيَ عِبَارَةٌ الْكُزَيْجِيِّ أَيْضًا كَمَا فِي السَّرَاحِ بَلْ يَلْزَمُ مِنْ كَلَامِهِ أَيْضًا أَنْ لَا يَسْتَفِطُ الرَّكْعَةَ عَنْهُ إِذَا عَجَزَ عَنِ السُّجُودِ فَقَطَّ لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ أَدَاؤُهُ قَائِمًا كَالْقِرَاءَةِ مَعَ أَنَّهُ يَسْتَفِطُ عَنْهُ كَمَا مَرَّ عَنِ الْبَدَائِعِ وَيَعْدَ هَذَا فَإِنْ كَانَ مَا ذَكَرَهُ مَنْعُولًا فَهُوَ مَقْبُولٌ وَإِنْ كَانَ قَائِلَهُ قِيَامًا عَلَى مَا إِذَا قَدَّرَ عَلَى بَعْضِ الْقِيَامِ حَيْثُ يَلْزَمُهُ وَتَلْزُمُهُ الْقِرَاءَةُ فِيهِ فَالْفَرْقُ خَلِيلٌ لَا يَخْفَى فَلْيَبْرَاجِعْ“ ابن نجيم، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج 2، ص 126

²⁵ ”بِإِتِّفَاقٍ أَيْمَنِيَا الْقَائِلَةُ خِلَافًا لِزُفَرٍ وَأَنَّ هَذَا الْخِلَافَ مَبْنِيٌّ عَلَى الْخِلَافِ فِي حَوَازِ اقْتِدَاءِ الرَّاكَعِ السَّاجِدِ بِالْمُؤْمِرِ فَعِنْدَنَا لَا يَجُوزُ الْاقْتِدَاءُ فَكَذَا الْبِنَاءُ هُنَا، وَعِنْدَ زُفَرٍ يَجُوزُ“ ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، ج 1، ص 610

”وَيَجُوزُ لِلرَّاكَعِ وَالسَّاجِدِ أَنْ يَصْلِيَ خَلْفَ الْمُؤْمِرِ إِلَى الرَّكْعَةِ وَالسُّجُودِ لِأَنَّهُ رُكْنٌ مِنْ أَرْكَانِ الصَّلَاةِ فَحَازَ“ شیرازی، ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف، المہذب فی فقہ الامام الشافعی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، بلاسن، ج 1، ص 185

”اسی طرح مثال کی قائم کی نماز اشارہ کرنے والے کی اقتداء میں جائز نہیں ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ جائز ہے۔ کیونکہ منفرد حالت میں اس کی نماز پر بناء جائز نہیں۔“

تفریح چہارم

إنه لا يجوز إقتداء الطاهرات بالمستحاضة عندنا وعنده يجوز لأن عندنا لا يجوز بناء صلوة الطاهرة على صلاة المستحاضة في حق نفسها فلا يجوز في حق امامتها²⁶

”ہمارے نزدیک پاکیزہ عورتوں کے لیے استحاضہ کی نماز پڑھنے والی کی اقتداء جائز نہیں ہے اور امام شافعیؒ کے ہاں اس کی اقتداء میں جائز ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک استحاضہ والی عورت کی نماز پر پاک عورتوں کو انفرادی طور پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے اس کے لیے اس کی امامت کرنا جائز نہیں۔“

تفریح پنجم

إنه لا يجوز للمسافر أن يقتدى بالمقيم بعد خروج الوقت عندنا لأنه لا يجوز بناء صلاة المسافر على صلاة المقيم بعد خروج الوقت في حق نفسه وكذلك لا يجوز أن يبنى في حق الإقتداء²⁷

”ہمارے لیے وقت گزر جانے کے بعد مسافر کے لیے مقيم کی اقتداء جائز نہیں ہے، کیونکہ وقت گزر جانے کے بعد مسافر کی نماز مقيم کی نماز پر قائم کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح اقتداء کے حق میں بناء کرنا جائز نہیں۔ اس کو اپنی حالت میں اقتداء کی نماز پر بنانا جائز نہیں، اس لیے اس کے امام کے لیے یہ جائز نہیں، اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ جائز ہے۔“

تفریح ششم

إن إقتداء البالغ بالصبي لا يجوز لأنه لا يجوز بناء صلاة البالغ على صلاة غير البالغ في حق نفسه فكذلك في حق إمامه لم يجز وعند الشافعي يجوز فإن قيل إقتداء الحرة ولكن على قياس هذا الأصل وجب أن لا يجوز²⁸

”بچے کی پیچھے بالغ کی اقتداء جائز نہیں ہے، کیونکہ بالغ کی نماز کو غیر بالغ کی نماز پر اس کے اپنے طور پر رکھنا جائز نہیں ہے، لہذا اس کے امام کے معاملے میں بھی یہ جائز نہیں ہوگا، اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ جائز ہے۔“

²⁶ ”(والمستحاضة ومن به سلس البول وإطلاق البطن وإفلات الرياح والرغاف الدائم والجريح الذي لا يقا، يتوضؤون لوقت كل صلاة ويصلون به ما شاءوا) لرواية ابن عمر أن النبي - صلى الله عليه وسلم - قال: «تتوضأ المستحاضة لوقت كل صلاة». «وقال - عليه الصلاة والسلام - لفاطمة بنت أبي حنيفة حين قالت له: إني أستحاض فلا أطهر» توضي لوقت كل صلاة» وعليه يحمل قوله - عليه الصلاة والسلام - «المستحاضة تتوضأ لكل صلاة»، لأنه يُراد بالصلاة الوقت. قال - عليه الصلاة والسلام -: «أبنا أذكرني الصلاة تيمم وصليت»، ويُقال: آتيتك لصلاة الظهر: أي لوقتها. قال: (فإذا خرج الوقت بطل وضوؤهم، فيتوضؤون لصلاة أخرى) لما رويْنَا. وطهارة المغدور تنتقض بخروج الوقت عند أبي حنيفة ومحمد، وعند زفر بالدخول، وعند أبي يوسف بأيهما كان.

وتمرة الخلاب تطهر في مسألتين: إذا توضأ للصبح ثم طلعت الشمس، وإذا توضأ بعد طلوع الشمس للعبد أو للضحى ثم دخل وقت الظهر، فعندهما ينتقض في الأولى للخروج، ولا ينتقض في الثانية لعدمه، وعند زفر بالعكس، وعند أبي يوسف ينتقض فيهما لأنها طهارة مع المناهي فتتقيد بالوقت، فلا تعتبر قبله ولا بعده، ولزفر أنها لو لم تبطل بالدخول لزادت على وقت صلاة وأنه خلاف النص. ولهما أنها تثبت للحاجة وخروج الوقت دليل زوال الحاجة، والدخول دليل الوجوب، فتعلق الانتقاض بالخروج أولى. وقول زفر: يلزمه مثله فيما إذا توضأ قبل طلوع الشمس. وقولنا: انتقض وضوؤهم بخروج الوقت: أي عنده،

لكن بالحدث السابق فإن الصلاة مع الدم رخصة؛ لأن الوضوء لا يرفع حدثاً ووجد بعده “ابن مودود موصلي، الاختيار للتحار، ج1، ص29، 30

²⁷ ”واختلما في فرائده في الأخرين: هل هي قضاء أو أداء، فذكر الفدوري أنها أداء لأن الفرض القراءة في ركعتين غير عني. وقال غيره: أنها قضاء في الأخرين استدللاً بعدم صحة اقتداء المسافر بالمقيم بعد خروج الوقت، وإن لم يكن قرأ الإمام في الشفع الأول ولو كانت في الأخرين أداءً لجاز لأنه يكون اقتداء المفترض“ ابن مودود، رد المحتار على الدر المختار، ج1، ص459

²⁸ ”وهذا على أصلنا أيضاً فإنه يجوز اقتداء البالغ بالصبي في المكتوبة عندنا خلافاً للشافعي“ كاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج1، ص227

”ويصح اقتداء البالغ بالصبي“ جادى، نهجيات الزين في ارشاد المبتدئين، ج1، ص130

اصل نمبر 3

”الأصل في باب التيمم أن يكون حكمه مأخوذاً من المسح على الخفين“²⁹
”تیم کے باب میں اصل یہ ہے کہ اس کا حکم جرابوں پر مسح کرنے سے لیا گیا ہے۔“

تفریح اول

إنه يجوز التيمم قبل وقت الصلاة لأنه مسح أقيم مقام الغسل فأشبهه المسح على الخفين وعند الشافعي لا يجوز إن الجمع بين صلاتين بتيمم واحد يجوز عندنا قياساً على ما تقدم عندنا وعند الشافعي لا يجوز³⁰
”اس میں مسائل ہیں، جن میں سے: نماز کے وقت سے پہلے تيمم کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ مسح غسل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ کی جگہ ہوتا ہے، تو یہ موزوں پر مسح کرنے کے مترادف ہے، اور امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ دو نمازوں کو ایک تيمم کے ساتھ جمع کرنا ہمارے نزدیک اوپر بیان کردہ کے مشابہ سے جائز ہے۔“

تفریح دوم

إن التيمم إذا وجد ماء في خلال صلاته تفسد صلاته عندنا كما لو انقضت مدة المسح في خلال صلاة وعند الإمام الشافعي لا تفسد صلاته³¹
”اگر تيمم (تيمم کرنے والا شخص) کو نماز کے دوران پانی مل جائے تو ہمارے نزدیک اس کی نماز ہوگئی، گویا نماز میں مسح کی مدت ختم ہوگئی اور امام شافعی اس کی نماز کو فاسد نہیں کرتے گا۔“

تفریح سوم

إن إمامة التيمم بالمتوضىء جائزة لأنه مسح أقيم مقام الغسل فأشبهه إمامة الماسح للغسل وعند محمد لا يجوز³²

29 غزی، موسوعۃ القواعد الفقہیہ، ج 1، ص 471

30 ”عند الحنفية يجوز التيمم قبل وقت الصلاة، لأنه مسح أقيم مقام الغسل فأشبهه المسح على الخفين، والمسح على الخفين يجوز قبل دخول وقت الصلاة، وأما عند الشافعي رحمه الله عنه وعند مالك رحمه الله عنه ورواية عن أحمد رحمه الله عنه، فإنه لا يجوز التيمم قبل دخول الوقت“ شافعی، کتاب الام، ج 1، ص 39، ابن قدامہ، الکا فی فقه الامام احمد، ج 1، ص 183، ابن قدامہ مقدسی، الشرح الکبیر علی متن المقتع، ج 1، ص 66، 67، وغزی، موسوعۃ القواعد الفقہیہ، ج 1، ص 471

31 ”(وجاز قبل الوقت ولأكثر من فرض، و) جاز (لغيره) كالتفل؛ لأنه بدل مطلق عندنا لا ضروري (قوله: وجاز قبل الوقت) أقول: بل هو مندوب كما هو صريح عبارة البحر، وقل من صرح به رملي (قوله: وجاز لغيره) أي لغير الفرض (قوله: لأنه بدل الخ) أي هو عندنا بدل مطلق عند عدم الماء ويرتفع به الحدث إلى وقت وجود الماء، وليس ببديل ضروري ومبيح مع قيام الحدث حقيقة كما قال الشافعي، فلا يجوز قبل الوقت ولا يصلي به أكثر من فرض عنده، لكن اختلف عندنا في وجه البدلية فقالا: بين الآيتين: أي الماء والتراب وقال محمد: بين الفعلين: أي التيمم والوضوء، ويتفرع عليه جواز اقتداء المتوضىء بالتيمم فأجازاه ومنعه وسبأني بيانه في باب الإمامة إن شاء الله تعالى، وتماه في البحر“ ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، ج 1، ص 241

32 ”(وضوح اقتداء متوضىء) لا ماء معه (بتميم) (قوله: وضوح اقتداء متوضىء بتميم) أي عندهما، بناء على أن الخليفة عندهما بين الآيتين وهما الماء والتراب والطهارتان سواء. وقال محمد: لا يصح في غير صلاة الجنائز بناء على أن الخليفة عنده بين الطهارتين، فيلزم بناء القوي على الضعيف، وتماه في الأصول بحر (قوله: لا ماء معه) أي مع المقتدي؛ أما لو كان معه ماء فلا يصح الاقتداء، وهذا القيد مبني على فرع إذا رأى المتوضىء المقتدي بتميم ماء في الصلاة لم يرد الإمام فسدت صلاته لا اعتقاده فساد صلاة إمامه لوجود الماء. وعند زفر لا تفسد، وينبغي حمل الفساد على ما إذا ظن علم إمامه به لأن اعتقاده فساد صلاة إمامه بذلك، كذا في الفتح، وأقره في الحلية والبحر، ونازعه في النهر، وتبعه الشيخ إسماعيل بأن الزيلعي علل البطلان بأن إمامه قادر على الماء بإخباره أي فكان اعتقاده فساد صلاة إمامه مبنياً على القدرة المذكورة. وينبغي كما قال في الحلية تقييد المسألة بما إذا كان تيممه لفقد الماء، أما لو كان لعجزه عن استعماله لمرض ونحوه يصح الاقتداء مطلقاً لأن وجود الماء حينئذ لا يبطل تيممه“ ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، ج 1، ص 588

”تیم کرنے والے کی امامت وضو کرنے والے کے لئے جائز ہے، کیونکہ یہ مسح غسل کی جگہ ہوتا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ جائز نہیں۔“

تفریح چہارم

إذا فرغ المتيّم من الصلاة ثم وجد الماء قبل خروج الوقت لا تلزمه الإعادة عندنا قياساً على المسح وعند الإمام مالك بن أنس يلزمه الإعادة³³

”تیم کرنے والا نماز سے فارغ ہو جائے تو وقت ختم ہونے سے پہلے پانی پالے مسح پر قیاس کرتے ہوئے لہذا اس کا اعادہ ضروری نہیں ہے اور امام مالک بن انس کے نزدیک اس کا اعادہ واجب ہے۔“

تفریح پنجم

إنه يجوز التيمم بحجر لا غبار عليه إلا في رواية أبي يوسف أنه لا يجوز أنه مسح أقيم مقام الغسل فاقتضى ممسوحاً به ودليله المسح على الخفين وعند الإمام الشافعي لا يجوز³⁴

”اس پتھر سے تیمم کرنا جائز ہے جس پر کوئی مٹی یا گرد نہیں سوائے ابو یوسفؒ کی روایت میں ہے کہ ہمارے ہاں یہ جائز نہیں کہ وہ مسح ہے جو غسل کی جگہ لیتا ہے، اس لیے اس سے مسح کرنا ضروری ہے، اور اس کی دلیل موزوں کے اوپر مسح ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔“

تفریح ششم

إن المجتهد فيه مفيد حكم نفسه ولا يفيد حكمه في غيره بيان ذلك أن الرجل إذا باع عبداً أو مدبراً صفقة واحدة جازة----- لأن فساد البيع في المدبر مسألة³⁵

”ان مسائل میں سے میں کہ کسی کا اجتہاد اور فیصلہ اس کی ذات کے لئے تو مفید ہے، اور دوسروں کے بارے میں اس کا اجتہاد ظاہر کرنے کے لیے مفید نہیں ہے کہ اگر کوئی آدمی ایک سودے میں غلام یا مدبر کو بیچے، تو ہمارے یہاں غلام کی بیع جائز ہے، اور یہ مدبر کی بیع جائز نہیں، کیونکہ مدبر کے بیع کی فساد غلام کے بیع میں سرایت نہیں کرے گی اس نے خود حکم بیان کیا، اور اس کا حکم دوسروں میں ظاہر نہیں ہوا، اور امام زفرؒ کے یہاں تو غلام کو بیع بھی ناجائز ہوگا۔“

تفریح ہفتم

وكذلك قال اصحابنا في رجل صلى الظهر وهو ذاكر للفجر ثم قضى الفجر ولم يعد الظهر وصلى العصر-----وعند زفر لا يجوز عصره³⁶

33 عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: خَرَجَ رَجُلَانِ فِي سَفَرٍ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ، فَتَيَمَّمَا صَعِيدًا طَيِّبًا فَصَلَّيَا، ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ، فَأَعَادَ أَحَدُهُمَا الصَّلَاةَ وَالْوُضُوءَ وَلَمْ يُعِدِ الْآخَرَ، ثُمَّ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يُعِدْ: «أَصَبْتَ السُّنَّةَ، وَأَخْرَأْتَنِكَ صَلَاتُكَ». وَقَالَ لِلَّذِي تَوَضَّأَ وَأَعَادَ: «لَكَ الْاُخْرَى مَرَّتَيْنِ» ابوداؤد، سليمان بن الأشعث السجستاني، سنن ابى داؤد، تحقيق محمد محى الدين عبد الحميد، مكتبة العصر، بيروت، بلا سن، ج 1، ص 93، رقم

الحديث: 338

34 ”قَوْلُهُ: وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ لَا يَجُوزُ إِلَّا بِالتُّرَابِ وَالتُّرَابِ خَاصَّةً، وَلَهُ فِي الرَّغْمِ رِوَايَتَانِ أَصْحَهُمَا عَدَمُ الْجَوَازِ وَالْخِلَافُ مَعَ وَجُودِ التُّرَابِ أَمَّا إِذَا عُدِمَ، فَقَوْلُهُ كَفَّوهُمَا وَلَوْ تَيَمَّمَ عَلَى حَجَرٍ أَمْلَسَ لَا غُبَارَ عَلَيْهِ أَوْ عَلَى حَائِطٍ أَوْ عَلَى مَوْضِعٍ نَدِيٍّ مِنْ الْأَرْضِ أَخْرَأَهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَزَفَرٍ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رِوَايَتَانِ، وَإِنْ تَيَمَّمَ بِالْمُلْحِ إِنْ كَانَ مَا يُنْبِئُ لَا يَجُوزُ، وَإِنْ كَانَ حَبْلِيًّا جَازَ كَذَا فِي الْمُحْتَدِيَةِ وَالْفَتَاوَى“ حدادی، الجوهرة النيرة علی مختصر القدری، ج 1، ص 23

اس مسئلے میں مفتی یہ قول طرفین کا ہے۔

35 ”لو باع قنا ومدبرا حيث يصح في القن ولم يتعد فساد البيع في المدبر إلى القن لكون بيع المدبر مجتهدا فيه م: (لكونه) ش: أي لكون الشراء فساد ما باع بأقل مما باع م: (مجتهدا فيه) ش: فإن عند الشافعي - رضي الله عنه - يجوز بخلاف الجمع بين الحر والعبد في عقد واحد حيث يشيع الفساد في القن لأن الفساد

في الحر قوي يجمع عليه“ بدرالدين عيني، البناية شرح الهداية، ج 8، ص 176

”بنیادی اصل یہ ہے کہ اگر کسی چیز کا مباح ہونے کی صورت مل جائے تو وہ مشتبہ چیز کی موجودگی کو روکتی ہے اور اگرچہ وہ جائز نہیں۔“
اور اس کے مسائل میں جن میں:

تفریح اول

إن من أبصر هلال رمضان وحده فرد القاضي شهادته فأفطر عامداً لا كفارة عليه عندنا لأن صورة المبيح قد وجدت وإن لم يبيح وهو قضاء القاضي وعند الإمام الشافعي تلزمه الكفارة⁴⁰
”اگر کسی نے اکیلے رمضان کا چاند دیکھا ہو، قاضی نے اس کی گواہی کو رد کیا اور جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا، ہمارے لیے کوئی کفارہ نہیں ہے کیونکہ جو چیز جائز ہے اس کی مباح ہونے کی صورت مل گئی اگرچہ وہ جائز نہیں ہے، اور وہ قاضی کا فیصلہ ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس پر کفارہ واجب ہے۔“

تفریح دوم

إذا أصبح صائماً في أهله ثم سافر فأفطر متعمداً لا كفارة عليه عندنا للمعنى الذي ذكرناه⁴¹
”اگر اس صورت میں وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ روزہ کی حالت سفر کرے اور قصداً روزہ افطار کرے تو اس پر اس کا کفارہ نہیں ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔“

تفریح سوم

إذا استأجر امرأة ليزني بها لا للخدمة فزني بها لا حدّ عليه عند أبي حنيفة لأن صورة المبيح قد وجدت وهو العقد وإن لم يبيح وعند محمد وأبي يوسف والإمام الشافعي يجب الحد⁴²
”اگر کوئی کسی عورت کو اس کے ساتھ زنا کرنے کے لیے اجرت پر رکھے، نہ کہ خدمت کے لیے، تو اس سے زنا کرے، اور ابو حنیفہ کے نزدیک اس کے لیے کوئی حد نہیں ہے، کیونکہ جو حلال ہے اس کی صورت مل گئی ہے، اور یہ عقد ہے۔ باقی ائمہ حضرات امام محمدؒ، ابو یوسفؒ، اور امام شافعیؒ کے یہاں حد جاری ہوگا۔“

تفریح چہارم

إذا تزوج ذات رحم محرم منه فوطئها وهو يعلم أولاً يعلم لأحد عليه لأن صورة المبيح قد وجدت وهو النكاح وإن لم يبيح وهو قول أبي حنيفة وعنده أبي يوسف ومحمد والشافعي يجب الحد إذا علم⁴³

برکتی مجددی، قواعد الفقہ، ج 1، ص 87 39

”وإذا أبصر هلال رمضان وحده، وشهد عند القاضي، فرد القاضي شهادته، فعليه أن يصوم خلافاً للحسن البصري وعثمان البتي، فإن أفطر بعد ما رد 40

الإمام شهادته، فلا كفارة عليه عندنا“ ابن مازہ، المحيط البرہانی فی الفقہ العثماني، ج 2، ص 377

”إذا أصبح صائماً في بلده ثم سافر فأفطر متعمداً، لا كفارة عليه عند الحنفية؛ لأن صورة المبيح وهو السفر قد وجدت، وإن كان الفطر في هذه الصورة لا 41

يجوز عند كثيرين، وتحتها صور كثيرة خالف فيها أبو حنيفة رحمه الله الجمهور“ غزنی، موسوعۃ القواعد الفقہیہ، ج 6، ص 248

”قال رجل استأجر امرأة ليزني بها فلا حدّ عليهما في قول أبي حنيفة وقال أبو يوسف ومحمد والشافعي رحمهم الله تعالى: عليهما الحدّ ليتحقق فعل 42

الزنا منهنما، فإنّ الاستئجار ليس بطريق لا شتباحة البضع شرعاً فكان لغوا بمنزلة ما لو استأجرها للطبخ أو الحبر ثم زنى بها، وهذا؛ لأنّ محلّ الاستئجار منفعه

لها حكم المايّة والمستوفى بالوطء في حكم العتق وهو ليس بمال أصلاً والعتد بدون محله لا يتعقد أصلاً، فإذا لم يتعقد به كان هو والإذن سواء“ سرخسی،

المبسوط، ج 9، ص 58

”فأما إذا تزوج ذات رحم محرم منه من أم أو بنت أو أخت فإنه لا يتعرض له في ذلك، وإن علمه القاضي ما لم يترافعوا إليه في قول أبي يوسف - رحمه الله 43

تعالى - الآخر وذكر في كتاب الطلاق أنه يُعزّز بينهنّ إذا علم بذلك؛ لِمَا رُوِيَ أَنَّ عُمَرَ - رضي الله عنه - كتب إلى عمّالِهِ أَنْ فَرَّقُوا بَيْنَ الْمُحْسِنِ وَبَيْنَ

مَخَارِمِهِمْ، وَأَمَّنْهُمْ مِنَ الزَّوْجَةِ إِذَا أَكَلُوا، وَلَكِنَّا نَقُولُ: هَذَا غَيْرُ مَشْهُورٍ، وَإِنَّمَا الْمَشْهُورُ مَا كَتَبَ بِهِ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ - رضي الله تعالى

عَنْهُمَا - مَا بَالَ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدِينَ تَرَكَوا أَهْلَ الذَّمِّ، وَمَا هُمْ عَلَيْهِ مِنْ نِكَاحِ الْمُحَارِمِ، وَأَقْبَاءِ الْحُمُورِ وَالْحَنَازِيرِ فَكَتَبَ إِلَيْهِ إِتْمَا بَدَلُوا الْجَزْيَةَ؛ لِيَسْكُوا، وَمَا

يَعْتَقِدُونَ، وَإِنَّمَا أَنْتَ مُتَّبِعٌ وَلَسْتَ بِمُبْتَدِعٍ، وَالسَّلَامُ وَلِأَنَّ الْوَلَاةَ وَالْقَضَاءَ مِنْ ذَلِكَ الْوَقْتِ إِلَى يَوْمِنَا هَذَا لَمْ يَشْتَعِلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ بِذَلِكَ مَعَ عَلَيْهِمْ أَنَّهُمْ يَبَاشِرُونَ

”اگر اس نے کسی عورت سے نکاح کیا جو اس کا محرم رشتہ دار ہو تو اس نے اس سے جماع کیا جب کہ وہ اس کے علم ہونہ ہو حد جاری نہیں ہوگا۔ کیونکہ مباح کی صورت موجود ہے اور یہ نکاح ہے، اگرچہ جائز نہ ہو یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور ابو یوسف، محمد اور شافعی کے نزدیک اگر معلوم ہو تو حد کی سزا واجب ہے۔“

تفریح پنجم

إذا طلق الرجل إمرأته ثلاثاً ثم تزوجها بعد الطلاق وانقضاء العدة ودخل بها لا حد عليه عند أبي حنيفة لأن صورة الميِّح قد وجدت وعند أبي يوسف و محمد والشافعي رحمهم الله عليه الحد⁴⁴

”اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیں اور پھر طلاق جب عدت ختم ہو جائے اور اسی کے ساتھ نکاح کر لے تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر کوئی حد نہیں ہے، کیونکہ جو چیز مباح ہے اس کی صورت پائی گئی ہے اور ابو یوسف، محمد اور شافعی کے یہاں اس پر حد جاری ہوگا۔“

تفریح ششم

إذا تزوج امرأة قد حرمت عليه بالمصاهرة ودخل بها لا حد عليه عند أبي حنيفة لأن صورة الميِّح وقد وجدت وعند صاحبيه عليه الحد⁴⁵

”اگر اس نے کسی ایسی عورت سے شادی کی جو اس پر حرمت مصاہرت کی وجہ سے حرام تھی اور وہ اس کے ساتھ ہمبستر ہو جائے تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر کوئی حد نہیں ہے کیونکہ جو حلال ہے اس کی صورت مل گئی ہے اور اس صاحبین کے یہاں اس پر حد ہے۔“

اصل نمبر 5

”الأصل أن اليمين إذا عقدت على صفة كانت صحتها لصفة محلها، وكانت صفة المحل مشروطة عن طريق الدلالة، ثم يعطى لها حكم المشروط عن طريق الإفصاح“⁴⁶

”اگر کوئی قسم کو کسی صفت کے ساتھ منعقد کرے، اس کی صحت اس کے مقام کی صفت پر مبنی ہوگی، اور مقام کی صفت دلالت کے اعتبار سے مشروط ہوگی، پھر اسے مشروط کا حکم دیا جائے گا۔“

ان مسائل میں سے ہے:

تفریح اول

قال أبو حنيفة فيمن قال لأمته إذا ولدت ولداً فهو حر فولدت ولداً ميتاً ثم ولدت ولداً حياً أنه يعتق الثاني لأنه وصف المولود بالحرية وهذه الصفة محلها الحياة فصارت الحياة مشروطة ----- وعند أبي يوسف لا يعتق الثاني وقول محمد كذلك⁴⁷

ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - : لِهَذِهِ الْأُنْكَاحَةِ فِيمَا بَيْنَهُمْ حُكْمُ الصَّحَّةِ، وَلِهَذَا قَالَ: يُفْضَى لَهَا بِنَقْفَةِ النِّكَاحِ إِذَا طَلَبْتُ، وَلَا يَسْقُطُ إِخْصَانُهُ إِذَا دَخَلَ بِهَا حَتَّى إِذَا أَسْلَمَ بِحَدِّ قَادِفِهِ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَ مُحَمَّدٌ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - : هُوَ بَاطِلٌ فِي حَقِّهِمْ، وَلَكِنَّا لَا نَتَعَرَّضُ لَهُمْ فِي ذَلِكَ؛ لِمَكَانِ عَقْدِ الدَّيْمَةِ،

وَهَذَا لِأَنَّ الحُطْبَابَ بِمُؤْمَةِ هَذِهِ الْأُنْكَاحَةِ شَائِعٌ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ، وَهُمْ مِنْ أَهْلِ دَارِ الْإِسْلَامِ فَيَكُونُ الحُطْبَابُ ثَابِتًا فِي حَقِّهِمْ“ سرخسی، المبسوط، ج 5، ص 39

”وَلَوْ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ الطَّلَاقِ الْبَائِنِ فَلَا لِعَانَ وَلَا حَدَّ بِذَلِكَ الْقَذْفِ. وَلَوْ قَالَ: أَنْتَ طَالِقٌ ثَلَاثًا يَا زَانِيَةٌ فَعَلَيْهِ الحُدُّ دُونَ اللِّعَانِ لِأَنَّهُ قَذَفَ أَجْنَبِيَّةً، وَلَوْ قَالَ: يَا زَانِيَةٌ أَنْتَ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَلَا حَدَّ وَلَا لِعَانَ، لِأَنَّهُ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا بَعْدَ وُجُوبِ اللِّعَانِ فَسَقَطَ بِالنِّسْوَةِ، وَلَوْ قَذَفَ أُنْبَعِ نِسْوَةٍ لَاعَنَّ مَعَ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ، وَلَوْ قَذَفَ أُنْبَعِ أَجْنَبِيَّاتٍ حُدُّ هُنَّ حُدًّا وَاحِدًا، وَالْمَرْءُ أَنْ الْمَقْصُودَ فِي الثَّانِيَةِ الرَّجْزُ، وَهُوَ يَحْتَضِلُّ بِحَدِّ وَاحِدٍ، أَمَّا الْأَوَّلُ فَالْمَقْصُودُ بِاللِّعَانِ دَفْعُ العَارِ عَنِ الْمَرْأَةِ وَإِنطَالُ نِكَاحِهَا عَلَيْهِ وَذَلِكَ لَا يَحْتَضِلُّ بِالْعَانَ وَاحِدٍ“ ابن مودود و موصلي، الاختيار لتعليل المختار، ج 3، ص 170

”وقال الكاساني في بدائع الصنائع: كل من يجرم بسبب المصاهرة من الفرق الأربع الذين وصفناهم في كتاب النكاح يجرم بسبب الرضاع، فيجرم على الرجل أم

زوجته و بنتها من زوج آخر من الرضاع، كما في النسب. انتهى“ کاسانی، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج 4، ص 4

غزنی، موسوعة القواعد الفقهية، ج 2، ص 199

”امام صاحب نے فرمایا اگر کوئی اپنی باندی سے کہے اگر تم بچہ جتنا تو وہ آزاد ہو گا پھر اس نے ایک مردہ بچہ اور پھر زندہ بچہ جتنا تو دوسرا آزاد ہو گا۔ کیونکہ اس نے نوزائیدہ کو آزادی سے متصف کیا تھا اس کا محل زندگی ہیملڈ زندگی اس کی قسم میں اشارے سے مشروط ہو گئی، چنانچہ اس نے انکشاف کے ذریعہ اسے مشروط کا حکم دیا، اور جب ابو یوسف دوسرے بچہ آزاد نہیں ہو گا اور محمد کا قول بھی یہی ہے۔“

تفریح دوم

وعلى هذا قال أبو حنيفة و محمد في رجل قال إن لم أقتل فلاناً فعبدي حر وفلان المحلوف عليه ميت وهو لم يعلم بموته لا يعق العبد ولا كفارة عليه لأن القتل من صفات الأحياء فصارت الحياة-----وعند أبي يوسف يحنث⁴⁸

”اسی بنا پر ابو حنیفہ اور امام محمد نے ایک ایسے شخص کے بارے میں کہا جس نے کہا: اگر میں فلاں کو قتل نہ کروں تو میرا غلام آزاد ہے اور وہ محلوف علیہ پہلے سے مرا تھا اور اسے اس کی خبر نہیں تھی۔ تو غلام آزاد نہیں ہو گا اور اس پر کوئی کفارہ نہیں کیونکہ قتل زندہ کی خصوصیات میں سے ہے اس لیے زندگی اس کی قسم میں بطریق دلالت مشروط ہو گئی اور جب ابو یوسف کے یہاں وہ حانث ہو گا۔“

تفریح سوم

وعلى هذا قال أبو حنيفة و محمد لو حلف وقال والله لأشربن الماء الذي في هذا الكوز فإذا لا ماء فيه أي في الكوز وهو لا يعلم لا كفارة عليه عندهما وعند أبي يوسف عليه الكفارة⁴⁹

”اسی طرح اس پر ابو حنیفہ اور محمد نے کہا اگر اس نے قسم کھائی اور کہا کہ جو پانی اس پیالے میں ہے وہ آج ضرور پیوں گا اگر اس میں یعنی پیالے میں پانی نہ ہو اور وہ نہیں جانتا کہ ان کے نزدیک اس پر کفارہ نہیں ہو گا اور ابو یوسف کے ساتھ وہ کفارہ ادا کرے گا۔“

تفریح چہارم

وعلى هذا قال أبو حنيفة و محمد إذا حلف لأشربن الماء الذي في هذا الكوز اليوم فانصب الماء قبل مضي اليوم إنه لا يجب عليه الكفارة لأنه وصف الماء بالشرب، والشرب إنما يكون مع-----وعند أبي يوسف عليه الكفارة⁵⁰

47 ”إذا قال رجل لأمته: إذا ولدت ولداً فهو حر. فولدت ولداً ميتاً. ثم ولدت ولداً آخر حياً. فعند أبي حنيفة رضي الله عنه يقع العتق على المولود الثاني لا الأول، لأن المولود الذي يوصف بالحرية إنما هو الحي لا الميت -، ولذلك كانت صفة الحرية محلها الحياة، فصارت الحياة مشروطة في يمينه - أو في شرطه -، لأن ما ذكر ليس يمينا - من طريق الدلالة - لأنه لم يشترط ولادة الولد حياً تصريحاً - فأعطى هذه الدلالة حكم المشروط تصريحاً فكأنه قال: إذا ولدت ولداً حياً فهو حر وخالف أبو يوسف رحمه الله في ذلك فقال: لا يعق الثاني“، حدادی، الجوهرة النيرة علی مختصر القدری، ج2، ص102

48 ”إذا قال رجل: إن لم أقتل فلاناً فعبدي حر. وفلان المحلوف عليه ميت - وهو لا يعلم موته - فلا يعق العبد ولا حنث ولا كفارة عليه عند الجميع لأن القتل من صفات الأحياء فصارت الحياة مشروطة في يمينه من طريق الدلالة، وقتل الميت مستحيل. وخالف في ذلك أبو يوسف فعنده يحنث بمجرد يمينه وعليه الكفارة لأن اليمين عنده على أمر مستقبل قابل للتحقيق أو مستحيل، كما سيأتي في قاعدة تالية“، غزی، موسوعة القواعد الفقهية، ج2، ص200

49 ”وقال زفر: هو شرط لا تنعقد اليمين بدونه وبيان هذه الجملة إذا قال: والله لأشربن الماء الذي في هذا الكوز فإذا لا ماء فيه لم تنعقد اليمين في قول أبي حنيفة ومحمد وزفر لعدم الشرط الإلزامي وهو تصور شرب الماء الذي خلف عليه وعند أبي يوسف تنعقد لوجود الشرط وهو الإضافة إلى أمر في المستقبل وإن كان يعلم أنه لا ماء فيه تنعقد عند أصحابنا الثلاثة وعند زفر لا تنعقد وهو رواية عن أبي حنيفة أنه لا تنعقد علم أو لم يعلم وعلى هذا الخلاف إذا وقت وقال والله لأشربن الماء الذي في هذا الكوز اليوم ولا ماء في الكوز أنه لا تنعقد عند أبي حنيفة ومحمد وزفر وعند أبي يوسف تنعقد وعلى هذا الخلاف إذا قال والله لأقتل فلاناً وفلاناً ميت وهو لا يعلم بموته أنه لا تنعقد عندهم خلافاً لأبي يوسف وإن كان عالماً بموته تنعقد عندهم خلافاً لزفر“، كاساني، بدائع

الصناع في ترتيب الشرائع، ج3، ص11

50 ”والله لا كلن هذا الطعام اليوم، والله لأشربن هذا الشراب اليوم، فالبر فيه إنما يكون بتحصيل الأكل والشرب في اليوم، (ويفوت) البر بمضي اليوم مع بقاء الطعام والشراب، وبقاء الخالف ولا يفوت البر بموت الخالف قبل مضي اليوم حتى لا يحنث في يمينه بالاتفاق، وهل يفوت البر بملاك الطعام والشراب قبل

”اسی بنا پر ابو حنیفہ اور محمد نے کہا کہ اگر آج اس پیالے میں موجود پانی کی قسم کھا کر دن گزرنے سے پہلے پانی ڈال دے تو اس پر کفارہ نہیں ہے کیونکہ انہوں نے پانی کو پینا قرار دیا ہے، اور پینا ہے۔ صرف قیام کے ساتھ، اس لیے پانی کی بقا اس کی قسم میں مشروط ہوگئی، پھر ثبوت کے ذریعہ اسے مشروط کا حکم دیا گیا، اور ابو یوسف کے مطابق اس پر کفارہ واجب ہے۔“

تفریح پنجم

وعلى هذا قال لو حلف أنه لا يكلم فلاناً حتى يأذن له فلان فمات فلان قبل الأذن لم يحنث في يمينه عند أبي حنيفة ومحمد لأن الإذن من صفات الإحياء فصارت حياته مشروطة في يمينه من طريق الدلالة وعند أبي يوسف ومحمد يحنث هذه المسائل كلها⁵¹

”اس بنا پر اگر اس نے قسم کھائی کہ وہ فلاں سے بات نہیں کرے گا جب تک کہ فلاں اسے اجازت نہ دے دے اور فلاں اجازت ملنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا تو اس نے ابو حنیفہ اور محمد کے مطابق اپنی قسم میں حانث نہیں ہوگا کیونکہ اجازت زندہ کی خصوصیات میں سے ہے، اس لیے اس کی زندگی اس کی قسم میں بطریق دلالت مشروط ہوگئی، اور جب ابو یوسف اور محمد ان تمام مسائل میں حانث ہوگا۔“

اصل نمبر 6

”الأصل أن العارض إذا ارتفع مع بقاء حكم الأصل جعل كأن لم يكن“⁵²

”اگر عارض جب ختم ہو جائے اصل کے باقی ہوتے ہوئے تو اسے ایسا بنا دیا جائے گا جیسے کہ وہ موجود ہی نہیں تھا۔“

اور اس کے متعلق مسائل ہیں جن میں

تفریح اول

قال أصحابنا إن مال الزكاة إذا كمل نصابه في طرفي الحول ثم نقص النصاب خلال الحول أنه لا يمنع وجوب الزكاة وعند الإمام الشافعي يمنع وجوب الزكاة⁵³

”ہمارے اصحاب نے کہا کہ اگر زکوٰۃ کی رقم سال کے دونوں سروں پر پوری ہو اور درمیان سال اس کے نصاب میں کمی بھی ہو اس سے زکوٰۃ کی فرضیت کے لئے مانع نہیں ہوگی، اور امام شافعی کے نزدیک زکوٰۃ کے وجوب کے لئے مانع ہے۔“

مضي اليوم؟ أجمعوا على أنه لا يفوت قبل مضي اليوم، حتى لا يلزمه الكفارة قبل مضي اليوم، واختلفوا فيما إذا مضى اليوم. قال أبو يوسف يفوت وتجب

الكفارة، وقال أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله: يفوت ولا تجب الكفارة“ ابن مازہ، المحیط البرہانی فی الفقہ العثماني، ج 4، ص 212

”تو حلف لا يكلم فلاناً وفلاناً وفلاناً حيث لا يحنث إلا إذا كلمهم كلهم وأجاب بأن الحالف متعنت في كمال واحدٍ منهم بمنع حَقِّهَا فَكَأَنَّهُ عَقَدَ الْبَيْعِينَ عَلَيْهَا وَخَدَّهَا إِلَّا أَنَّ الْكُفَّارَةَ لَا تَجِبُ بِفُرْتَانٍ بَعْضِيٍّ؛ لِأَنَّهَا مُوجِبَةُ الْحِنْثِ وَمَنْ يَحْنَثُ وَوُقُوعُ الطَّلَاقِ بِالْبُرِّ فِي الْمُدَّةِ وَقَدْ وَجَدَ فِي حَقِّ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمْ فَتَطَّلُقُ وَقَالَ زُفَرٌ لَا يَكُونُ مُؤَلِّيًا حَتَّى يَطَّأَ الثَّلَاثَ مِنْهُمْ فَيَكُونُ مُؤَلِّيًا مِنَ الرَّابِعَةِ وَخَدَّهَا وَهُوَ الْقِيَاسُ لِأَنَّهُ يُمَكِّنُهُ فُرْتَانٌ ثَلَاثٍ مِنْهُمْ مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ يَلْزُمُهُ. وَأَمَّا الرَّابِعَةُ فَلَا يُمَكِّنُهُ فُرْتَانُهَا إِلَّا بِوُجُوبِ الْكُفَّارَةِ عَلَيْهِ فَوُجِدَ شَرْطُ الْإِبْلَاءِ فِيهَا وَوَجَّهَ الْإِسْتِحْسَانُ مَا بَيَّنَّاهُ“ زبلي، تبين المحقق شرح كتر القاتق، ج 2، ص 265

غزى، موسوعة القواعد الفقهية، ج 1، ص 526

” (وَإِذَا كَانَ النَّصَابُ كَامِلًا فِي طَرَفِي الْحَوْلِ فَتُقْضَاهُ فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ لَا يُسْقِطُ الرَّكَاءَ) قَيَّدَ بِالنَّقْضَانِ اخْتِزَانًا عَنِ الْمُتْلَاكِ، فَإِنَّ هَلَاكَ كُلِّ النَّصَابِ يَقْطَعُ الْحَوْلَ بِالِاتِّفَاقِ، وَذَكَرَ النَّصَابَ مُطْلَقًا لِيَتَّوَلَّ كُلُّ مَا يَجِبُ فِيهِ الرَّكَاءُ كَالنَّفَقَاتِ وَالْعُرُوضِ وَالسَّوَابِمِ وَقَالَ زُفَرٌ: لَا يَلْزِمُ الرَّكَاءُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ النَّصَابُ مِنْ أَوَّلِ الْحَوْلِ إِلَى آخِرِهِ كَامِلًا لِأَنَّ حَوْلَانَ عَلَى الْمَالِ شَرْطٌ لِلْوُجُوبِ وَكُلُّ جُزْءٍ مِنَ الْحَوْلِ بِمَعْنَى أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ وَلَمَّا ذُكِرَ فِي الْكِتَابِ وَهُوَ وَاضِحٌ، وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى الْجَوَابِ عَنْ قَوْلِ زُفَرٍ لِأَنَّ اشْتِرَاطَ النَّصَابِ فِي الْإِتِّبَاءِ لِلِانْتِقَادِ وَفِي الْإِنْتِهَاءِ لِلْوُجُوبِ وَمَا بَيْنَهُمَا بِمَعْنَى جَمِيعًا فَلَا يَكُونُ كُلُّ جُزْءٍ مِنَ الْحَوْلِ بِمَعْنَى أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ، وَالْمُرَادُ بِالنَّقْضَانِ النَّقْضَانِ فِي الدَّائِمِ، فَإِنَّ النَّقْضَانَ فِي الْوَصْفِ يَجْعَلُ السَّائِمَةَ عَلَوقَةً يَسْقِطُهَا بِالِاتِّفَاقِ، لِأَنَّ قَوَاتِ الْوَصْفِ وَارِدٌ عَلَى كُلِّ النَّصَابِ فَكَانَ كَهَلَاكِ النَّصَابِ كُلِّهِ لِقَوَاتِ الْمَحَلِّيَّةِ بِقَوَاتِ الْوَصْفِ“ بابرقي، العناوين في شرح الهداية، ج 2، ص 220، 221

تفریح دوم

وعلى هذا قال أبو حنيفة وأبو يوسف في رجل قطع يد رجل مسلم عمداً أو خطأً ثم ارتد العياذ بالله تعالى المقطوعة يده ثم أسلم ثم سرى ذلك القطع إلى النفس فمات أنه يجب عليه دية كاملة وعند محمد عليه أرش اليد ولا تجب عيل عليه دية كاملة⁵⁴

”امام ابو يوسف کے یہاں ایک ایسے شخص کے بارے میں جس نے کسی مسلمان کا ہاتھ جان بوجھ کر یا غلطی سے کاٹا، پھر مرتد ہوا خدا نہ پناہ ہو، پھر اس نیا سلام قبول کیا، پھر کاٹنے کی وجہ سے جان چلی گی کہ اسے کو پوری دیت ادا کرنی واجب ہے اور جب امام محمد کے ہاں ہاتھ کاٹنے کا تادان واجب ہے۔“

اصل نمبر 7

”الأصل في المقادير التي لا يسوغ الاجتهاد في إثبات أصلها أن الدلالة متى اتفقت في الأقل واضطربت في الزيادة فإنه يؤخذ بالأقل فيما وقع الشك في إثباته، وبالأكثر فيما وقع الشك والاشتباه في إسقاطه“⁵⁵

”ان مقداروں کے بارے میں اصل جو ان کی اصلیت کو ثابت کرنے میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہوتا کہ جب اس کے کم سے کم میں متفق ہوں اور زیادہ مقدار میں اضطراب ہو تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان میں اقل کو لیا جائے گا جب اس کے اثبات میں شک اور زیادہ مقدار لیا جائے گا جب اسقاط میں شک اور شبہ ہو۔“

تفریح اول

إن حريم بئر الناصح⁵⁶ أربعون ذراعاً عند أبي حنيفة لأن الأخبار قد اتفقت على الأربعين واضطربت في الزيادة فأخذنا بالأقل من المقادير لأن الإشتباه وقع في إثباته وعندهما في حريم بئر الناصح ستون ذراعاً⁵⁷

”ان میں سے ہے کہ کنواں کا منڈھیر میں نے چالیس گز ہوگی اخبار اس کے بارے میں متفق ہے، اور اس سے زیادہ مقدار کے اخبار میں اضطراب ہیں کیونکہ شبہ اس کے ثبوت میں واقع ہوا ہے، اس لئے اقل کو عمل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ساٹھ گز ہوگی۔“

تفریح دوم

إن عند أبي حنيفة للفارس سهمان وللراجل سهم من الغنيمة لأن الأخبار قد اتفقت على السهمين واضطربت في الزيادة فأخذنا بالأقل من المقادير وعندهما للفارس ثلاثة أسهم وللراجل سهم⁵⁸

54 ”إذا قطع رجل يد رجل مسلم عمداً أو خطأً - ثم ارتد المقطوعة يده - والعياذ بالله تعالى - ثم أسلم، ثم سرى ذلك القطع إلى النفس فمات، فعند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى، يجب على القاطع دية كاملة، خلافاً لمحمد رحمه الله الذي يرى أنه يجب عليه أرش اليد لا الدية كاملة“ غزوي، موسوعة القواعد الفقهية، ج7، ص343

55 برکتی مجددی، قواعد الفقہ، ج1، ص81

56 اس سے مراد وہ کنواں ہے جس سے اونٹ بائیں کی رسی کھینچ کر پانی نکالتے ہیں۔

57 ”إن حريم بئر الناصح أربعون ذراعاً عند أبي حنيفة رضي الله عنه، لأن الأخبار قد اتفقت على الأربعين واضطربت في الزيادة، فأخذ بالأقل من المقادير لأن الإشتباه وقع في إثبات الزيادة. وأما عند أبي يوسف ومحمد فإن حريم بئر الناصح ستون ذراعاً“ غزوي، موسوعة القواعد الفقهية، ج1، ص437

58 ”قال: " ويقسم الإمام الغنيمة فيخرج خمسها " لقوله تعالى: ﴿فَأَنْ لِّلَّهِ حُمُسُهُ وَلِلرَّسُولِ﴾ [الأنفال: من الآية 41] استثنى الخمس " ويقسم الأربعة الأقسام بين الغانمين " لأنه عليه الصلاة والسلام قسمها بين الغانمين " ثم للفارس سهمان وللراجل سهم " عند أبي حنيفة رحمه الله " وقال للفارس ثلاثة أسهم " وهو قول الشافعي رحمه الله لما روى ابن عمر رضي الله عنه أن النبي عليه الصلاة والسلام أسهم للفارس ثلاثة أسهم وللراجل سهمان ولأن الاستحقاق بالغناء وغناؤه على ثلاثة أمثال الراجل لأنه للكر والفر والنبات والراجل للنبات لا غير ولأبي حنيفة رحمه الله ما روى ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي عليه الصلاة والسلام أعطى الفارس سهمين والراجل سهماً فتعارض فعلاه فيرجع إلى قوله وقد قال عليه الصلاة والسلام للفارس سهمان وللراجل سهم كيف وقد روي عن ابن عمر رضي الله عنهما أن النبي عليه الصلاة والسلام قسم للفارس سهمين وللراجل سهماً وإذا تعارضت روايتاه ترجح رواية غيره لأن الكر والفر من

”جہاد میں جو گھڑ سوار ہو اس کے لئے مال غنیمت میں سے امام ابوحنیفہؒ نزدیک کے دو حصے ہیں اور پیدل والے مال غنیمت میں سے ایک حصہ ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں اخبار میں دو حصے پر متفق ہے اور اکثر زیادتیں نقل شدہ روایات میں بہت اضطراب ہیں، اس لیے ہم نے کم سے کم مقدار لیا، اور صاحبین کے یہاں تین حصے سوار کے اور پیدل چلنے والے کا ایک حصہ ہے۔“

تفریح سوم

إن تكبيرات الأعياد عند أبي حنيفة سيع تكبيرات أخذ بقول عند الله بن مسعود لأن الروايات قد اتفقت في الأقل الذي أخذ به عن عبد الله بن مسعود واضطربت في الزيادة فاعتمد أبوحنيفة على الأقل لأن المقادير لا يسوغ الإجهاد في الرسول عليه الصلاة والسلام وقال أبو يوسف و محمد والإمام الشافعي بخلافه فأخذوا بقول عبد الله بن عباس رضي الله عنهم في كثير من المقادير⁵⁹

”امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عیدین کی تکبیریں سات ہیں، انہوں نے ابن مسعودؓ کا قول لیا، کیونکہ روایات اقل میں اتفاق ہے اور اس کے روایات اکثر بارے میں اضطراب ہیں، اس لیے امام صاحب نے کو اقل کو اختیار کیا۔ کیونکہ احکام اپنی اصل کو ثابت کرنے میں اجتہاد کا جواز نہیں رکھتے، اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر کہا، اور ابو یوسفؒ، محمد اور امام شافعیؒ نے کہا ابن عباس کے قول کو اختیار کیا مقادیر کے اکثر قول میں۔“

تفریح چہارم

إن التكبيرات في أيام التشريق عند أبي حنيفة إفتتاحها من صلاة الفجر من يوم عرفة وتختم في صلاة العصر من يوم النحر وعندهما وعند الإمام الشافعي تختم في صلاة العصر من آخر أيام التشريق⁶⁰

”دوسری صورت میں ایام تشریق کی تکبیریں ابوحنیفہؒ کے نزدیک عرفہ کے دن فجر کی نماز سے شروع ہوتی ہے اور قربانی کے دن عصر کی نماز پر ختم ہوتی ہیں اور امام شافعیؒ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا اختتام ہوتا ہے ایام تشریق کے آخری دن میں عصر کی نماز تک۔“

تفریح پنجم

جنس واحد فيكون غناؤه مثلي غناء الرجل فيفضل عليه بسهم ولأنه تعذر اعتبار مقدار الزيادة لتعذر معرفته فيدار الحكم على سبب ظاهر وللغراس سببان النفس والفرس وللراجل سبب واحد فكان استحقاقه على ضعفه. " ولا يسهم إلا لفرس واحد " وقال أبو يوسف رحمه الله يسهم لفرسين لما روي أن النبي عليه الصلاة والسلام أسهم لفرسين ولأن الواحد قد يعيا فيحتاج إلى الآخر ولهما أن البراء بن أوس قاد فرسين فلم يسهم رسول الله عليه الصلاة والسلام إلا لفرس واحد ولأن القتال لا يتحقق بفرسين دفعة واحدة فلا يكون السبب الظاهر مفضيا إلى القتال فليسهم لواحد ولهذا لا يسهم لثلاثة أفراس وما رواه محمود على التنفيل كما أعطى سلمة بن الأكوع سهمين وهو راجل " والبراذين والعناق سواء " لأن الإرهاب مضاف إلى جنس الخيل في الكتاب قال الله تعالى: { وَمَنْ رِطَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ عَدُوُّ اللَّهِ وَعَدُوُّكُمْ } [الأنفال: 60] واسم الخيل ينطلق على البراذين والعراب والهجين والمقرف إطلاقا واحدا ولأن العربي إن كان في الطلب والهرب أقوى فالبرذون أصبر وألين عطفا ففي كل واحد منهما منفعة معتبرة فاستويا“ مرغيناني، الهداية، ج2، ص388، 389

59

” ويصلي الإمام بالناس ركعتين يكبر في الأولى للافتتاح وثلاثا بعدها ثم يقرأ الفاتحة وسورة ويكبر تكبيرة يركع بها ثم يبتدئ في الركعة الثانية بالقراءة ثم يكبر ثلاثا بعدها ويكبر رابعة يركع بها وهذا قول ابن مسعود رضي الله عنه وهو قولنا وقال ابن عباس رضي الله عنه يكبر في الأولى للافتتاح وخمسا بعدها وفي الثانية يكبر خمسا ثم يقرأ وفي رواية يكبر أربعاً وظاهر عمل العامة اليوم بقول ابن عباس رحمه الله لأمر بنيه الخلفاء فأما المذهب فالقول الأول لأن التكبير ورفع الأيدي خلاف المعهود فكان الأخذ بالأقل أولى ثم التكبيرات من أعلام الدين حتى يجهر به فكان الأصل فيه الجمع وفي الركعة الأولى يجب إلحاقها بتكبيرة الافتتاح لقوتها من حيث الفرضية والسبق وفي الثانية لم يوجد إلا تكبيرة الركوع فوجب الضم إليها والشافعي أخذ بقول ابن عباس رضي الله عنه إلا أنه حمل المروي كله على الزوائد فصارت التكبيرات عنده خمس عشرة أو ست عشرة“ مرغيناني، الهداية، ج1، ص85

60

” إن التكبيرات في أيام التشريق عند أبي حنيفة ابتداؤها من صلاة الفجر يوم عرفة وانتهائها في صلاة العصر من أول أيام النحر. وعند صاحبي أبي حنيفة والشافعي وأحمد رضي الله عنهم تختم في صلاة العصر آخر أيام التشريق. وعند الإمام مالك بن أنس رضي الله عنه يكبر من صلاة الظهر من يوم النحر إلى صلاة الصبح من آخر أيام التشريق“ غزني، موسوعة القواعد الفقهية، ج1، ص437

عند أصحابنا أن صدقة الفطر نصف صاع من برّ لأن في القول بالأقل احتياطاً وفي الأكثر شك وعند الأمام الشافعي صاع من الحنطة ولم يأخذ بالمد لأن الأدلة قد اختلفت في هذه الحادثة ووقع الاشتباه في إخراج أقل المقادير فلا يسقط ذلك بالإشتباه فأخذ الشافعي بالأكثر⁶¹

”ہمارے اصحاب کے نزدیک صدقہ فطر نصف صاع ہے کیونکہ اس قول میں اقل مقدار میں احتیاط اور اکثر میں شک ہے اور امام شافعی کے نزدیک گندم کا ایک صاع صدقہ فطر میں لیا۔ توسیع کیونکہ اس واقعے میں شواہد مختلف تھے، اور کہ کم سے کم مقدار میں شک تھا لہذا اس نے اکثر کو اختیار کیا۔“

تفریح ششم

وعلى هذا قال أصحابنا بأكثر المقادير في كفارة اليمين وهو مدان لكل مسكين مد ولم يأخذوا بالقليل وهو المد لأن الدلالة قد اتفقت في هذا الحادثة وقد وقع الإشتباه في سقوط الكفارة عن ذمته بإخراج أقل المقادير فقلنا بأكثرها احتياطاً في إبراء الذمة⁶²

”اس بنا پر ہمارے اصحاب نے کہا کہ قسم کا کفارہ سب سے زیادہ ہر مسکین پر واجب ہے، اور انہوں نے تھوڑا نہیں لیا، جو کہ جو ہے، کیونکہ اس واقعہ میں شہادت کا اجماع ہے، اور یہ تھا۔ شبہ ہوا کہ کم سے کم رقم نکال کر کفارہ اپنے فرض سے گرا ہے، اس لیے ہم نے ذمہ داری کی ادائیگی میں سب سے زیادہ احتیاط کی۔“

اصل نمبر 8

”الأصل عند أبي حنيفة رضي الله عنه: أن اليمين إذا كانت لها حقيقة مستعملة ومجاز متعارف فالعبرة للحقيقة المستعملة دون المجاز المتعارف، لأن الحقيقة مرجحة على المجاز من جهتين: أحدهما كونها حقيقة، والثاني كونها مستعملة. وعند أبي يوسف ومحمد يعتبران المجاز المتعارف كما يعتبران الحقيقة المستعملة“⁶³

”ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ اگر قسم کے الفاظ کی کوئی حقیقت مستعملہ اور مجاز متعارف ہو تو اعتبار حقیقت مستعملہ کا ہو گا نہ کہ مجاز کیونکہ حقیقت کو مجاز متعارف پر دو وجوہوں پر ترجیح حاصل ہے ایک تو حقیقت ہے اور دوسرا استعمال کیا گیا ہے۔ اور ابو یوسف اور محمد نے مجاز متعارف کا اعتبار ہو گا اسی طرح عیساکہ حقیقت کا سمجھا جاتا ہیں۔“

تفریح اول

وعلى هذا قال أصحابنا إذا حلف الرجل لا يأكل من هذه الحنطة فأكل من خبزها لا يحنث لأن ليمينه حقيقه مستعملة ومجازاً متعارفاً لأن الحنطة قد تؤكل قضمًا وقد تؤكل مشوية، وعندنا يحنث⁶⁴

61 ”(وهي) أي صدقة الفطر (نصف صاع من برّ أو دقيقه أو سويقه) والمراد منهما ما يتخذ من البرّ أمّا دقيق الشعير أو سويقه فكالشعير والأولى أن يُراعى فيهما القدر والقيمة (أو صاع من تمر وشعير) لقوله - عليه الصلاة والسلام - «أدوا عن كل حُرٍّ وعبدٍ صغيرٍ أو كبيرٍ نصف صاع من برّ أو صاعاً من تمرٍ أو صاعاً من شعير» وهذا حجة على الشافعي فإنه قال في الكلّ صاع (والزبيب كالبُرّ) وهو رواية الجامع الصغير إذ كُله يؤكل كثير (وعندهما كالشعير وهو رواية الحسين عن الإمام)؛ لأنه يُشبه التمر من حيث المَقْصُود وهو التَفَكُّهُ قيل وَالتَفَوُّى عَلَى قَوْلِهِمَا لِكِنَّ الأَوَّلَى أَنْ يُرَاعَى فِيهِ القَدْرُ وَالقِيَمَةُ (وَالصَّاع) عِنْد الطَّرَفَيْنِ (مَا يَسَعُ ثَمَانِيَةَ أَرْطَالٍ بِالْعِرَاقِيِّ) كُلُّ رَطْلٍ عَشْرُونَ إِسْتَارًا وَهُوَ سِتَّةُ ذَرَاهِمٍ وَنِصْفٌ فَيَكُونُ أَلْفًا وَأَرْبَعِينَ ذِرْهَمًا، وَكَانَ ذَلِكَ الصَّاعُ قَدْ فُيِّدَ فَأُخْرِجَهُ الحَاجُّ وَالْعِرَاقِيُّ عَلِمَ صَاعَ كَمَا فِي النِّهَائِيَةِ (مِنْ نَحْوِ عَدَسِي أَوْ مِج) بِفَتْحِ المِيمِ وَتَشْدِيدِ الجِيمِ المَاشِ وَأَمَّا قَدْرُهُ بِمِمَّا لَعَدَمِ التَّفَاوُتِ بَيْنَ حَبَاتِهِمَا تَحْلُخًا وَاحْتِنَارًا وَأَمَّا التَّفَاوُتُ صِعْرًا وَعَظْمًا فَلَا دَخَلَ لَهُ فِي التَّفْدِيرِ وَزَنَا كَمَا فِي الإِصْلَاحِ. (وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ حَمْسَةُ أَرْطَالٍ وَتُلْثُ رَطْلٍ) يَرِطُلُ أَهْلُ المَدِينَةِ وَهُوَ ثَلَاثُونَ إِسْتَارًا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ“، شمس زاده، مجمع الاضرب في شرح ملتقى الابرج، ج 1، ص 228

62 نفس مصدر، ديوسى بتأسيس النظر، ص

63 غزوى، موسوعة القواعد الفقهية، ج 2، ص 201

64 ”قوله (ومن حلف لا يأكل من هذه الحنطة فأكل من خبزها لم يحنث) عند أبي حنيفة وإنما يحنث إذا قضمها لأن لها حقيقة مستعملة فإنها تُغلى وتُقلى وتؤكل قضمًا والحقيقة مُقَدَّمَةٌ عَلَى المَجَازِ وَعِنْدَهُمَا يَحْنُثُ إِذَا أَكَلَهَا حُبْرًا أَوْ قَضَمًا وَهُوَ الصَّحِيحُ لِعُمُومِ المَجَازِ وَالمُخَالَفِ فِيهَا إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نِيَّةٌ أَمَّا إِذَا نَوَى

”اس بنا پر ہمارے اصحاب نے کہا کہ اگر کوئی آدمی قسم کھائے کہ وہ اس گندم میں سے نہیں کھائے گا اور اس کی روٹی کھایا تو وہ حانث شمار نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی قسم درحقیقت میں مستعمل ہے اور مجاز میں بھی کیونکہ گندم پیس کر بھی کھایا جاتا ہے یا بھون کر بھی تو اعتبار حقیقت مستعمل کا ہوگا، اور صاحبین کے یہاں حانث ہوگا۔“

تفریح دوم

وعلى هذا قال أبو حنيفة إذا حلف أن لا يشرب من الدجلة فشراباً بیده أوبكور لا يحنث لأن ليمينه حقيقه مستعملة ومجازاً متعارفاً فاعتبر الحقيقة المستعملة دون المجاز المتعارف وعندهما يحنث فاعتبر المجاز المتعارف كما اعتبر الحقيقة المستعملة⁶⁵

”اس بنا پر ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر کسی نے دجلہ سے نہ پینے کی قسم کھائی پھر اس نے اپنے چلو سے یا مشکیزے سے یا تو وہ حانث شمار نہیں ہوگا کیونکہ اس کی قسم حقیقت میں مستعمل ہے۔ اور مجاز میں بھی اعتبار حقیقت مستعمل کا ہوگا، اور صاحبین کے یہاں حانث ہوگا۔“

تفریح سوم

وعلى هذا لو حلف أن لا يأتمم بأدام فأكل مع الخبز لحماً أو جنباً أو جوزاً لا يحنث عند أبي حنيفة وأبي يوسف لأن الأدام مشتق من المودامة و هو الموافقة والموافقة بين الخبز واللحم المصطبغ به-----وعند محمد يحنث لأنه اعتبر المجاز المتعارف كما اعتبر الحقيقة المستعملة⁶⁶

”اگر کسی قسم کھائی کہ کھانا نہیں کھاؤں گا گوشت یا پیئر روٹی کے ساتھ کھایا تو یہ امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک قسم نہیں ٹوٹتا، کیونکہ ادام موادہ سے ماخوذ ہے جو کہ روٹی اور اس کے ساتھ پکی ہوئے گوشت کا نام ہے۔ اور ابو یوسف حقیقت کا اعتبار کیا ہے، اور جب کہ امام محمد نے اسے مجاز پر حمل کیا۔“

اصل نمبر 9

”الأصل أن الحادثة مهما أخذت شياً من الأصلين وهي منقسمة على وجهين فإنها ترد إلى كل واحد من القسمين توفيراً على الشبهين حظهما، ولا يرد القسمان جميعاً إلى أصل واحد، لأن في ذلك اعتبار أحد الأصلين وترك الآخر. واعتبار الأصلين أولى. وهذا بخلاف الحادثة إذا كانت ذات وجهة واحدة ويتجاذبها أصلان ردت الحادثة إلى أحدهما، لأن ردها إلى الأصلين

أَنْ يَأْكُلَهَا حَبًّا فَأَكَلَ مِنْ خُبْرِهَا لَمْ يَحْنَثْ إِجْمَاعًا وَإِنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هَذِهِ الْحِنْطَةِ فَأَكَلَ مِنْ سَوِيْقِهَا لَمْ يَحْنَثْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ عَلَى أَصْلِهِ أَنَّ السَّيْقَ يُحْمَلُ عَلَى الْحَقِيقَةِ وَحَقِيقَتُهَا أَنْ تُؤْكَلَ حَبًّا وَقَالَ مُحَمَّدٌ يَحْنَثُ كَمَا فِي الْحَبِّ عَلَى أَصْلِهِ وَأَمَّا أَبُو يُوسُفَ فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ هُوَ مَعَ مُحَمَّدٍ كَمَا فِي الْحَبِّ وَذَكَرَ فِي الْأَصْلِ أَنَّهُ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ وَفَرَّقَ بَيْنَ الْحَبِّ وَالسَّيْقِ لِأَنَّ الْحَبَّ يُسَمَّى حِنْطَةً بِجَازٍ يُقَالُ حَبُّ حِنْطَةٍ وَالسَّيْقُ لَا يُسَمَّى بِذَلِكَ وَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هَذِهِ الْحِنْطَةِ فَوَزَعَهَا وَأَكَلَ مِنْ غَلَّتِهَا لَمْ يَحْنَثْ“ حدادی، الجوهرة النيرة على مختصر القدری، ج 2، ص 202

”ولو حلف لا يشرب من الدجلة أو الفرات أو النيل فغرف من مائها بيده أو بإناء وشرب حنث عند الثلاثة وقال أبو حنيفة لا يحنث حتى يكرع بفيه منها كرعاً“ منہاجی الاسیوطی، شمس الدین محمد بن احمد بن علی بن عبدالحق، جواهر العقود ومعین القضاء والموعظین والشہود، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1417ھ/1996ء، ج 2، ص

265

”وَإِنْ حَلَفَ لَا يَأْتِدُم بِإِدَامٍ لَا يَحْنَثُ فَلَا بَدَّ أَنْ يَأْكُلَ مَعَهُ الْحَبُّ كَمَا أَشَارَ إِلَيْهِ فِي الْكُشْفِ الْكَبِيرِ اه (قَوْلُهُ وَنَقَلَ) يُعْتَادُ فِي زَمَانِنَا أَكْلَ الْفُقْرَاءِ الْحَبِّ بِالْبَصْلِ وَالنُّعْنَ وَالطَّرْحُونَ (قَوْلُهُ وَبِالْبَدَائِعِ الْحَبِّ) مُخَالَفٌ لِقَوْلِهِ قَبْلَهُ وَجَوِّزٌ إِلَّا أَنْ يُحْمَلَ مَا قَبْلَهُ عَلَى الرُّطْبِ، وَقَدَّمْنَا عَنْ الْمُجِيطِ أَنَّ مَا رُوِيَ مِنْ أَنَّ الْجَوْزَ وَاللَّوْزَ فَاقِهَةٌ هُوَ فِي غُرْفِهِمْ لَا فِي غُرْفِنَا إِلَّا أَنْ يُحْمَلَ عَلَى الْبَابِيسِ وَهُوَ بَعِيدٌ فَالظَّاهِرُ أَنَّ مَا فِي الْبَدَائِعِ مُنْبِئٌ عَلَى غُرْفِهِمْ، وَأَيْضًا فَإِنَّ الْجَوْزَ الْبَابِيسَ لَا يُؤْكَلُ الْآنَ مَعَ الْحَبِّ غَالِيًا، وَإِنَّمَا يُفْرَدُ بِالْأَكْلِ، وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِي الْإِدَامِ مَا يُؤْكَلُ تَبَعًا لِلْحَبِّ فِي الْغَالِبِ وَلَيْسَ الْمُرَادُ كُلُّ مَا يُكْبَلُ مَعَهُ مَعَ الْحَبِّ وَلَدًا لَمْ يَحْنَثْ بِالْفَاقِهَةِ مَعَ الْحَبِّ، وَكَذَا لَوْ أَكَلَ مَعَ الْحَبِّ كُنَافَةً أَوْ قَطَائِفَ لِأَنَّ الْغَالِبَ أَكَلَ ذَلِكَ وَخَذَهُ لَا مَقْرُونًا بِالْحَبِّ فَلَا يُسَمَّى إِدَامًا؛ نَعَمْ يُقَالُ فِي الْغُرْفِ: لَا أَكُلُ هَذَا الرَّغِيفَ إِلَّا حَقًّا وَإِرَادُ بِالْحَافِ أَكْلَهُ بِلَا شَيْءٍ مَعَهُ فَإِذَا فَرَنَ مَعَهُ فَاقِهَةً أَوْ نَحْوَهَا يَحْنَثُ تَأْمَلَنَّ“ ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، ج 3، ص 779

ممتنع يؤدي إلى التنازع. فإذا كانت الحادثة منقسمة إلى القسمين فرد كل واحد من القسمين إلى الأصل لم يوجب التناقض“⁶⁷

”یہ اصل ہے کہ واقعہ دو اصولوں سے مشابہت اختیار کی ہو ہے اور وہ دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہو، اس کو دونوں میں سے حصوں میں سے ہر ایک کیدونوں مشابہت اپنا حصے کی طرف لوٹا یا جائیگا، اور دونوں تقسیم سب ایک ہی اصل کی طرف نہیں لوٹے، کیونکہ اس میں دو اصولوں میں سے ایک کا اعتبار ہوگا تو دوسرے کا ترک لازم آئے گا کرنا، اور دو اصولوں پر غور کرنا مقدم ہے۔ اصل کے دو حصوں میں تضاد کی ضرورت نہیں تھی۔“

تفریح اول

وعلى هذا قال أصحابنا إن الهبة بشرط العوض لما أخذت شبهاً من الهبات وشبهاً من البياعات جعلنا حكمها حكم الهبات في-----وعند زفر حكمها حكم البياعات من الإبتداء⁶⁸

”اور اس بنا پر ہمارے اصحاب نے کہا کہ معاوضہ کی شرط کے ساتھ ہبہ کا ایک مشابہت ہبہ کو ساتھ اور ایک بیع کے ساتھ ہے تو ہم نے اس کا حکم شروع میں ہبہ کا گالیا مثلاً ہبہ بغیر قبضہ تام نہیں ہوتا اور حوالہ کرنے پر جبر نہیں جاتا مشترک میں یہ باطل ہوتا ہے اور آخر میں اس کا حکم بیع کا حکم ہوتا ہے کہ اس میں وہ عیب کے ساتھ رد ہو جاتا ہے اور شفعہ واجب ہوتا ہے امام زفر کے یہاں اس کا حکم شروع ہی سے بیع کا حکم ہے۔“

تفریح دوم

إن الإقالة بعد القبض لما أخذت شبهاً من البيع وشبهاً من الفسخ قال أبو حنيفة رحمه الله هي فسخ في حق المتعاقدين وبيع جديد في حق-----وقال محمد إن كان لا يمكن حملها على الفسخ فتحمل على البيع⁶⁹

”قال بعد القبض كما مشابہت بیع کے ساتھ بھی ہے اور فسخ کے ساتھ بھی تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ معاہدہ کرنے والے فریقوں کے حق میں فسخ ہے اور جدید کے حق میں بیع ہے۔ دوسروں کو دو مشابہتوں عمل کرتے ہوئے، اور جب یہ ختم ہو جائے، تو یہ معاہدہ کرنے والے فریقوں کے حق میں اور دوسروں کے حق میں منسوخ ہے۔ ابو یوسف نے کہا کہ اگر قبض کے بعد ہو تو بیع جدید ہے۔ اور اگر قبض سے پہلے ہو تو فسخ ہے اور ان کی ایک دوسری روایت میں انہوں نے کہا کہ قبضہ سے پہلے تصرف باطل ہے۔ اور امام محمد نے کہا کہ اگر اسے فسخ کرنے پر عمل کرنا اگر ممکن نہ ہو تو اسے بیع پر حمل کیا جائے گا کیا۔“

تفریح سوم

67 غزی، موسوعۃ القواعد الفقہیہ، ج 1، ص 481

68 ”قال: (رجلٌ وهب لرجلٍ عبداً على أن يعوضه عوضاً يؤمناً، أو اتفقاً على ذلك، ولم يقبض واحداً منهما حتى امتنع أحدهما منه: فله ذلك، فإن تقابضنا: حاز ذلك) بمنزلة البيع، وليس لواجدٍ منهما أن يرجع فيه وهذا مذهبنا فإن الهبة بشرط العوض هبة ابتداءً ببيع انبثاء، وقال زفر - رحمه الله - ابتداءً وانتهاءً ببيع. وفي أحد أقاويل الشافعي - رضي الله عنه -: هو فاسد؛ لأن هذا شرطٌ يخالف مقتضى العقد، فيكون مبطلاً للعقد، وبيانه: أن عقد الهبة عقد تبرع، واشترط العوض فيه بخلاف مقتضاه وزفر - رحمه الله تعالى - يقول: هذا غلبك مال بمال شرطاً، وكان بيعاً فاسداً ابتداءً كما لو عقد باللفظ البيع، أو التملك؛ وهذا لأن في العقود يعتبر المقتضود، وعليه يبيح الحكم“، سرخسی، المبسوط، ج 12، ص 79

69 ”ولو تباعاً بيعاً صحيحاً ثم تقابلاً فإن كانت الإقالة قبل القبض فالقياس أن يجب الاستبراء على البائع، وهو رواية أبي يوسف عن أبي حنيفة رحمه الله وفي الاستحسان: لا يجب، وهو رواية محمد عن أبي حنيفة رحمه الله وهو قول أبي يوسف، ومحمد رحمه الله (وجهه) القياس أنه وجد سبب الوجوب في حقه، وهو خلو جلا الاستمتاع بخدوث ملك التبرع حقيقة، وإنكار الحقائق مكابرة. (وجهه) الاستحسان أن الإقالة قبل القبض فسخ، والفسخ رفع من الأصل، وإعادة إلى قديم الملك كأنه لم يزل عن ملك البائع فلم يوجد السبب مع ما أن الملك قبل القبض غير متأكد، والتأكيد إثبات من وجه فلم يتكامل الملك للمشتري فلم يحدث ملك التبرع للبائع على الإطلاق فلم يتكامل السبب، وإن كانت الإقالة بعد القبض يجب (أما) عند أبي يوسف فلا بد الإقالة ببيع جديد فكانت استحداثاً للملك مطلقاً (وأما) عند أبي حنيفة، ومحمد رحمه الله وإن كانت فسخاً لكن في حق التعاقدين فأما في حق ثالث فبيع جديد، والاستبراء يجب حقاً للشرع فاعتبر حق الشرع ثالثاً في حق وجوب الاستبراء احتياطاً“، كاسانی، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج 5، ص 254

وعلى هذا قال أبو حنيفة ومحمد في العم والأخ إذا زوج الصغيرة أو الصغير ثم أدركا كان لهما الخيار لأن العم أخذ شياً من الأب وشيهاً من الأجنبية لأنه لا ولاية له في ما لهما⁷⁰

”اس پر ابو حنیفہ اور محمد نے چچا کی ولایت کے بارے میں کہا: اور اگر بھائی نے چھوٹے یا چھوٹے بچے سے نکاح کیا تو وہ سمجھیں گے کہ اس کے پاس اختیار ہے، کیونکہ چچا نے باپ سے مشابہت ہے اور ایک مشابہت اجنبی سے بھی، کیونکہ اس کے پاس جو کچھ مال ہے اس پر اس کی کوئی ولایت نہیں۔“

اصل نمبر 10

”الأصل عند أبي يوسف رحمه الله أن ميراث ذوي الأرحام مأخوذ من حكم العصبه في جميع الأحكام. وعند محمد رحمه الله يعتبر بالعصبه في بعض الأحكام، ويعتبر في بعضها بالعمه والخالة. وعند أهل التنزيل ميراث ذوي الأرحام مأخوذ من ميراث العمه والخالة في جميع الأحكام“⁷¹

”امام ابو یوسف کے نزدیک اصل یہ ہے کہ تمام ذوی الارحام کی وراثت کے تمام احکام عصبیت سے لی جاتی ہے اور محمد کے نزدیک بعض احکام میں عصبہ کا اعتبار کیا جاتا ہے اور بعض میں اسے عصبہ سے نہیں لیا گیا ہے بلکہ بھوپنی اور خالہ اور اولاد کے مطابق رشتہ داروں کی وراثت سے تمام احکام میں لیے گئے ہیں۔“

تفریح اول

إذا ترك بنت بنت وبنت أخ فبنت البنت ----- من ابن الأخ وكذلك بنت البنت أولى من بنت الأخ⁷²
”اور ان مسائل میں جن میں: اگر کسی نے بیٹی کی بیٹی اور بھائی کی بیٹی چھوڑی ہو تو بیٹی کی بیٹی ہمارے نزدیک زیادہ اہمیت کی حامل ہے، کیونکہ ہم اسے عصبہ میں شمار کیا ہے اور میراث میں عصبہ بالہجرت میں شمار کرے گے۔ اور اس وقت تک ساقط نہیں ہوگا کیا آپ یہ نہیں دیکھا کہ بیٹے کا بیٹا بھائی کے بیٹے سے زیادہ اولیٰ ہے، اور جب بھائی کی بیٹی کی اولاد پہلے ہو، کیونکہ ان کے پاس رشتہ داروں کی وراثت ہوتی ہے جسے پھوپھی اور خالہ ہیں، تو اس کے بعد ان میں سے کسی ایک میں وراثت منتقل ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ قریب اور درجہ میں برابر ہونے کی وجہ سے وراثت میں کا تقاضا ہے۔“

تفریح دوم

وعند أهل التنزيل بنت الأخ أولى لأن عندهم ميراث ذوي الأرحام معتبر بالعمه والخالة ثم بعد ذلك في أحدهما ينقل الميراث ----- وفي باب العصبه إذا ترك خمسا فالمال بينهم أحماساً بالإتفاق⁷³

⁷⁰ ”وَأَمَّا الْقَاضِي إِذَا كَانَ هُوَ الَّذِي زَوَّجَ النَّبِيْعَةَ فَفِي ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ يَثْبُتُ لَهَا الْخِيَارُ؛ لِأَنَّهُ قَالَ: وَلَمَّا الْخِيَارُ فِي نِكَاحِ عَيْرِ الْأَبِ وَالْجَدِّ إِذَا أَدْرَكَ. وَرَوَى خَالِدٌ بْنُ صَبِيحٍ الْمَرْزُوقِيُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - أَنَّهُ لَا يَثْبُتُ الْخِيَارُ وَحْدَهُ تِلْكَ الرَّوَايَةُ أَنَّ الْقَاضِي وَلايَةً تَامَّةً تَثْبُتُ فِي الْمَالِ وَالنَّفْسِ جَمِيعًا فَتَكُونُ وَلايَتُهُ فِي الثُّوَّةِ كَوَلايَةِ الْأَبِ. وَوَجْهُ ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ أَنَّ وَلايَةَ الْقَاضِي مُتَأَخَّرَةٌ عَنِ وَلايَةِ الْعَمِّ وَالْأَخِ فَإِذَا ثَبَتَ الْخِيَارُ فِي تَزْوِيجِ الْأَخِ وَالْعَمِّ فَفِي تَزْوِيجِ الْقَاضِي أَوْلَى، وَهَذَا؛ لِأَنَّ شَفَقَةَ الْقَاضِي إِنَّمَا تَكُونُ لِحَقِّ الدِّينِ وَالشَّفَقَةُ لِحَقِّ الدِّينِ لَا تَكُونُ إِلَّا مِنَ الْمُتَّقِينَ بَعْدَ التَّكْلِيفِ فَيُحْتَاجُ إِلَى إِبْتِنَاتِ الْخِيَارِ لَمَّا إِذَا أَدْرَكَ، فَأَمَّا الْأُمُّ إِذَا زَوَّجَتْ الصَّغِيرَ وَالصَّغِيرَةَ جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى -، وَفِي إِبْتِنَاتِ الْخِيَارِ لَمَّا إِذَا أَدْرَكَ عَنْهُ رَوَايَتَانِ فِي إِحْدَى الرَّوَايَتَيْنِ لَا يَثْبُتُ، ”سرخسی، المبسوط، ج4، ص215

⁷¹ غزوی، موسوعۃ القواعد الفقہیہ، ج2، ص172

⁷² ”إذا ترك بنت بنت وبنت أخ فبنت البنت أولى عند أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد رحمهم الله، لأن اعتبارها بالعصبه، والإرث بالعصبه إذا علق بجهة فتعتبر

تلك الجهة ولا تسقط، فبنت البنت مثل ابن الابن فهو أولى من ابن الأخ وكذلك بنت البنت أولى من بنت الأخ“، غزوی، موسوعۃ القواعد الفقہیہ، ج2، ص172

⁷³ ”وعند أهل التنزيل بنت الأخ أولى لأن عندهم ميراث ذوي الأرحام معتبر بالعمه والخالة ثم بعد ذلك في أحدهما ينقل الميراث إلى الأقرب منهما، ومسأواتهما في الدرجة توجب الشركة في الميراث. فمثلاً لو ترك بنت بنت عم وبنت خال. فبنت الخال أولى بالاتفاق ويُسقط بعد الدرجة ميراث بنت بنت العم، وينتقل الميراث إلى بنت الخال، وكذلك في ولد الولد مع ولد الأخ“، غزوی، موسوعۃ القواعد الفقہیہ، ج2، ص173

”اگر کسی نے ایک بیٹے کو بھی، بھائی کے بیٹے کے ساتھ لڑکا۔ اس بنا پر اگر کسی لڑکی نے ایک لڑکی کو چھوڑ دیا اور لڑکی کے بیٹے کو اور دوسری لڑکی کے بیٹے کو تو ہمارے پاس ان دونوں کے درمیان مرد کے لیے وراثت ہے۔ لڑکی کی بیٹی کے لیے تین اور لڑکی کے بیٹے اور دوسری لڑکی کے بیٹے کے درمیان تین، اختلاف کا نتیجہ ہمارے ہاں کچھ اس وجہ سے نکلتا ہے کہ وراثت میں ہر لڑکا اولاد کی بیٹی کی جگہ لے لیتا ہے اور ان میں بیٹی کے بیٹے ایک بیٹی کی جگہ لے لیتے ہیں۔ ہمارے بیان کا نکتہ یہ ہے کہ قرابت داروں کی وراثت کو ملاپ میں شمار کیا جاتا ہے اور اگر وہ پانچواں حصہ معاہدہ کے ساتھ چھوڑتا ہے تو اس کی وراثت۔“

اصل نمبر 11

”الأصل عند أصحابنا أن خبر الآحاد متى ورد مخالفاً لنفس الأصول مثل ما روى من النبي □ انه اوجب الوضوء من مس الذكر لم يقبل أصحابنا هذا الخبر، لأنه ورد مخالفاً للأصول لانه ليس في الاصول انتفاض الطهارة بمس بعض اعضائه“⁷⁴

”جیسے ہمارے ہاں اصل یہ ہے کہ خبر آحاد جب بھی نفس اصل کے مخالف وارد ہو مثال کے طور پر خبر واحد میں منقول ہے کہ آپ ﷺ سے وضو ضروری قرار دیا عضو تناسل کو چھونا ہمارے اصحاب نے اس خبر کو قبول نہیں کیا کیونکہ یہ اصل کے خلاف ہے کیونکہ اس کے بعض حصوں کو چھونے سے طہارت کو باطل کرنا اصل میں نہیں ہے۔“

تفریح اول

إن خبر الواحد والوارد في الصاع من التمر في مسألة الشاة المصرة لم يقبله أصحابنا

”اسی طرح بکریوں جس کے تھنوں میں دودھ کو جمع کیا گیا اس کے واپس کرنے میں ایک صاع کھجور ایک کی خبر ثابت مگر ہمارے ائمہ نے اسے قبول نہیں کیا، کیونکہ یہ انہی اصولوں کے خلاف بیان کی گئی ہے، کیونکہ میں کوئی عقد باطل نہیں ہے، اس لیے کوئی لے لیتا ہے۔ خبر واحد جو انہی اصولوں کے خلاف ہو۔ معاہدہ کرنے والے فریقین کے پاس سرمایہ ہے اور وہ اسے دو گنا کر نیکی باعث بنتا ہے، کیونکہ اگر وہ بکری کو کو آدھے صاع کھجور کے عوض خریدے اور اسے ایک صاع کھجور اور ایک صاع کی قیمت کے ساتھ واپس کر دے تو وہ اصرار ہے۔ صاع کی قیمت بکری کی دو گنی ہے جو اس کا اس المال ہے اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ جہاں تک اس کی وضاحت کا تعلق ہے جو اس کے اصولوں کے نصاب سے متضاد ہے ایک خبر میں کھجور کی پانی سے وضو کرنے کا ذکر ہے لیکن بنیادی باتوں میں اس نے باقی تمام شیروں کے ساتھ وضو کے جائز ہونے کا انکار کیا ہے اور امام شافعی، کھجور کا شیر ہر دیگر تمام مانعات پر قیاس کیا ہے، اور یہ واضح کیا گیا کہ اس کو مانع شمار کیا بسبب مانعات کے برعکس، اور اس میں موجود ایک خبر میں یہ جائز ہے۔ جو نمازیں سے وضو کر کے پڑھی گئی ہو، جسے ہمارے اصحاب نے قبول کیا، کیونکہ یہ اس کی اصلیت کے بیانہ کے خلاف بیان کیا گیا تھا۔“⁷⁵

غزوی، موسوعۃ القواعد الفقہیہ، ج 1، ص 500

74

”المراد بخبر الآحاد الحديث الذي لم يصل إلى درجة التواتر ولا الشهرة، وإن كان صحيحاً. المراد بالأصول: القواعد الشرعية العامة كتحريم الربا ومنع بيع المعدوم: وبموجب هذه القاعدة رد الحنفية كثيراً من الأخبار والسنة الصحيحة بدعوى مخالفة الأصول أو القياس. فبدلاً من أن يعتذروا للإمام أبي حنيفة رضي الله عنه لعدم أخذ هذه القاعدة رد الحنفية كثيراً من الأخبار والسنة الصحيحة بدعوى مخالفة الأصول أو القياس. فبدلاً من أن يعتذروا للإمام أبي حنيفة رضي الله عنه لعدم أخذ بعض الآثار إما لعدم وصولها إليه - حيث لم تكن السنة قد دونت في عصره ولم تظهر المسانيد ولا الصحاح ولا السنن والمصنفات والجامع إلا في أواخر القرن الثاني الهجري وخلال القرن الثالث وما بعد ذلك. وإما لعدم صحتها عنده لورودها عن طريق غير موثوق لديه - حيث لم تكن قواعد التحديث وعمل الرجال مقرر مدونة، وكان لكل إمام ميزانه الخاص في قبول الأخبار وردّها. أقول: إن الحنفية لم يعتذروا لإمامهم بمثل ذلك ولم يأخذوا بتلك الأخبار وقد ثبتت صحتها، وإنما أخذوا بتلمسون العلل والمعاذير لرد الأحاديث التي ثبتت صحتها بمثل هذه العلة - وهي مخالفة الخبر للأصول - أي القواعد العامة أو غير ذلك من التعليلات. واعتقد جازماً أن لو كان أبو حنيفة رحمه الله حياً وصحت عنده هذه الأحاديث التي ردها مقلدوه بهذه العلل لضرب بقوله عرض الحافظ وعمل بتلك الأحاديث، لأنه وغيره من الأئمة المجتهدين رضوان الله عليهم يعتقدون يقيناً أنه لا يجوز لهم مخالفة حديث صحيح ورد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بحجة مخالفة الأصول، لأن قول الرسول صلى الله عليه وسلم وفعله وتقريره تشريع واجب الأتباع وهو أصل بذاته“ علاء

75

الدين بخاري، كشف الاسرار شرح أصول البرزوي، ج 2، ص 697، 698

اصل نمبر 12

”الأصل عند محمد بن الحسن رحمه الله تعالى أن الشيء إذا ثبت مقدراً في الشرع فإنه لا يجوز تغييره إلى تقدير آخر وعند أبي يوسف يجوز“⁷⁶

”امام محمد کے نزدیک اصل یہ ہے کہ اگر کوئی چیز شریعت میں مقدار ثابت ہو تو اسے کسی دوسرے اندازے میں بدلنا جائز نہیں اور ابو یوسف کے مطابق یہ جائز ہے۔“

تفریح اول

وعلى هذا قال محمد رحمه الله في خراج الأرض إذا أراد الإمام أن يزيد فيها قيراطاً لم يجز له ذلك عند أبي يوسف يجوز⁷⁷
”اس بنا پر امام محمد نے زمین کے ٹیکس کے بارے میں فرمایا کہ اگر امام اس میں ایک قیراط کا اضافہ کرنا چاہے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک یہ جائز ہے۔“

تفریح دوم

وعلى هذا قال محمد رحمه الله تعالى في الجزية إذا أراد الإمام أن يزيد فيها لم يجز له ذلك وعند أبي يوسف يجوز⁷⁸
”اس بنا پر امام محمد نے خراج کے بارے میں فرمایا کہ اگر امام اس میں اضافہ کرنا چاہے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک یہ جائز ہے۔“

تفریح سوم

وعلى هذا إذا اعتاد أهل بلدة بيع المكيل موازنة وبيع الموزون مكيالة فإنه لا يعتبر التقدير بعاداتهم في الأشياء الستة المنصوص عليها في الخبر وعند أبي يوسف يعتبر عليهم عاداتهم⁷⁹
”اس بنا پر اگر کسی بستی کے لوگ ناپ بیچنے کے عادی ہوں اور ناپ تول کے برابر ہوں تو رپورٹ میں بتائی گئی سنت چیزوں میں ان کے رسم و رواج کا اندازہ نہیں سمجھا جاتا اور جب ابو یوسف ان کو اپنا رواج سمجھتے ہیں۔“

تفریح چہارم

ولهذا قال محمد إذا اشترى الكافر من المسلم أرضاً عشوية فإنه لا يؤخذ منه إلا عشر واحد وعند أبي يوسف يؤخذ منه عشرين ويغير ذلك المقدار والله تعالى أعلم بالصواب⁸⁰

76 غزوي، موسوعة القواعد الفقهية، ج 1، ص 517

77 ”فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على نصارى ويهود اليمن على كل حال ديناراً وفرض عمر رضي الله عنه الخراج على أرض العراق والشام ومصر، فهل لمن جاء بعد ذلك ووجد أن الحال قد تغير إلى أحسن أو إلى أسوأ فهل له أن يزيد على الخراج المفروض سابقاً أو ينقص منه أو يجب عليه أن يقيه على ما كان؟ خلاف في المسألة“ ابو يوسف، يعقوب بن ابراهيم بن حبيب، كتاب الخراج، مكتبة الازهرية للتراث، القاهرة، بلاسن، ص 24، كوفي الاحول، ابو زكريا يحيى بن آدم بن سليمان،

كتاب الخراج، مطبعة السلفية، 1384ھ/1963ء، ص 23، 68، شافعي، كتاب الام، ج 4، ص 191

78 ابو عبيد قاسم بن سلام بن عبد الله، كتاب الاموال، دار الفكر، بيروت، بلاسن، ص 57، 58

79 ”الأموال الربوية التي لا يجوز بيع بعضها ببعض متفاضلاً وهي الأصناف الستة التي ذكرها رسول الله صلى الله عليه وسلم، وما يقاس عليها، فما كان منها مكيلاً في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا يجوز بيعه إلا مكيلاً ولو تغير تعامل الناس به فأصبح موزوناً فلا يجوز بيع صنف منها بجنسه إلا مكيلاً وكذلك ما كان موزوناً. وخالف في ذلك أبو يوسف تلميذ أبي حنيفة وصاحب رحمة الله عليهما وتبعه في ذلك ابن تيمية رحمة الله عليه فأجاز بيع ما كان مكيلاً وتغير عرف الناس في التعامل به فصار أن يباع بالوزن، وما كان موزوناً وتغير عرف الناس في التعامل فصار معدوداً - مثلاً - أن يباع معدوداً ويجري فيه الربا كما كان يجري فيما كان مكيلاً أو موزوناً على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم دفعاً للحرج عن الناس وعملاً بالعرف السائد. وأما ما لم ينص عليه على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وجهل أمره هل هو مكيل أو موزون، فيعتبر فيه العرف السائد بين الناس في كل موضع بحسبه“ ابن قدامه

مقدسي، الاشراف الكبير على متن المتع، ج 2، ص 66، ابن مفلح، ابو عبد الله محمد بن مفلح، كتاب الفروع، مؤسسة الرسالية، بيروت، 1424ھ/2003ء، ج 4، ص 157

”اسی لیے امام محمدؒ نے کہا اگر کسی کافر نے کسی مسلمان سے عشری زمین خریدا ہے تو اس سے صرف عشر ہی لیا جائیگا، اور ابو یوسفؒ کے ہاں اس سے دو عشر لیا جائیگا اور اس مقدار کو بدل دیا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کیا صحیح ہے۔“

خلاصہ

اس مقالہ میں بحث بابت ذکر اصول جس پر مسائل متفرع ہیں کا تذکرہ ہے۔ اس باب میں کل 12 اصل اور اس کی ضمن میں بیان کردہ متفرع مسائل کا ترجمہ، تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔ اس باب میں اصل نمبر 42 پر اٹھارہ (18) مسائل، اصل نمبر 43 پر چھ (6) مسائل، اصل نمبر 44 پر نو (9) مسائل، اصل نمبر 45 پر چھ (6) مسائل، اصل نمبر 46 پر پانچ (5) مسائل، اصل نمبر 47 پر صرف دو (2) مسائل، اصل نمبر 48 پر چھ (6) مسائل، اصل نمبر 49 پر تین (3) مسائل، اصل نمبر 50 پر تین (3) مسائل، اصل نمبر 51 پر صرف دو (2) مسائل، اصل نمبر 52 پر صرف ایک مسئلہ پر مشتمل ہے جس میں اسی مسئلے کی تفصیل اور اس اصل کی وضاحت موجود ہے جبکہ اصل نمبر 53 پر چار (4) مسائل متفرع ہیں جن کا اردو ترجمہ، تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔

نتائج تحقیق

اس تحقیقی مقالہ سے درج ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

- آپؐ نے سب سے علم الخلاف اور فنِ خلافت پر کام کر کے اس فن کو ظاہر کیا۔
- آپؐ نے فقہی مسائل کو سمجھنے کے لیے جمہور فقہاء کے مسائل فقہیہ کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔
- آپؐ نے اپنی کتاب میں ہر اسلوب پر علیحدہ باب قائم کیا ہے۔
- ہر باب میں اصل اور ان اصولوں کی ضمن میں تفریعات منطبق کیے ہیں۔
- علامہ دُبوسیؒ نے اپنی کتاب ”دنیائیں النظر“ میں انتہائی دقیق مسائل اور ان کے اصولوں کی وضاحت کی ہے۔
- یہ تحقیقی کاوش فقہ کی بہترین کاوشوں میں سے ایک ہے جس میں مختلف فقہاء کے اقوال کو ان کے بنیادی مصادر سے جمع حوالہ درج کیا ہے۔
- علامہ دُبوسیؒ کے اس اسلوب سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ ضرورت کے پیش نظر پیش آمدہ مسائل میں دوسرے مسائل کی طرف بھی رجوع کیا جاسکتا ہے۔

”قال بعض مشايخنا: وعلى قياس قولهما ينبغي أن يجب العشر إذا كانت الأرض في الأصل عشرية، كالدومي إذا اشترى أرضاً عشرية، وكذلك الإمام إذا فتح بلدة عنوة، وتردد بأن يمّ عليهم بقرابهم، وأراضيتهم بالخراج، وبين أن يقسمها بين الغانمين، فوظف الخراج على الأراضي، ثم بدا له أن يقسمها بين الغانمين، فقسمها، فهي خراجية، وليس هذا توظيف الخراج على المسلم ابتداءً؛ لأن الخراج وضع فيها قبل القسمة، وبدون القسمة لا يثبت الملك للغانمين فيها، ولذلك أرض عشرية انقطع عنها ماء العشر، وصارت تسقى بماء الخراج، فهي خراجية، وهذا قول محمد على نحو ما بينا، في جانب العشر، وفي هذا المقام يحتاج إلى معرفة ماء الخراج“ ابن مازة، المحيط البرهاني في الفقه السعدي، ج 2، ص 342